اضافہ شدہ ایڈیشن

حقیقت تزکیہ

فرمودات

حضرت صوفی مقبول احمد نقشبندی دامت برکاتہ

”مومن کو اپنے مقصد کی یاد“

دنیا کے اے مسافر منزل تیری قبر ہے
طے کر رہا ہے جو تو دو دن کا یہ سفر ہے

جب سے بنی ہے دنیا لاکھوں کروڑوں آئے
باقی رہا نہ کوئی مٹی میں سب سمائے
انجام سے تو اپنے کیوں اتنا بے خبر ہے
دنیا کے اے مسافر منزل تیری قبر ہے

یہ عالی شان بنگلے کچھ کام کے نہیں ہیں
یہ محل اونچے اونچے کچھ کام کے نہیں ہیں
دو گز زمیں کا ٹکڑا چھوٹا سا تیرا گھر ہے
دنیا کے اے مسافر منزل تیری قبر ہے

مخمل پہ سونے والے مٹی پہ سو رہے ہیں
شاہ و گدا یہاں پر سب ایک ہو رہے ہیں
دونوں ہوئے برابر یہ موت کا اثر ہے
دنیا کے اے مسافر منزل تیری قبر ہے

کر لے خدا کو راضی کچھ نیکیاں کما لے
سامان تیرا یہی ہے تو صاحب سفر ہے
طے کر رہا ہے جو تو دو دن کا یہ سفر ہے
دنیا کے اے مسافر منزل تیری قبر ہے

قَدۡ اَفۡلَحَ مَنۡ زَکّٰھَا

یقیناً وہ مراد کو پہنچا جس نے اس کو پاک کرلیا (بیان القرآن)

قَدۡ اَفۡلَحَ مَنۡ تَزَکّٰی ۙ وَذَکَرَ اسۡمَ رَبِّهٖ فَصَلّٰی ؕ

بامراد ہوا جو شخص پاک ہو گیا اور اپنے رب کا نام لیتا رہا اور نماز پڑھتا رہا (بیان القرآن)

اَلَا بِذِکۡرِ اللّٰهِ تَطۡمَئِنُّ الۡقُلُوۡبُ

خوب سمجھ لو کہ اللہ کے ذکر سے دلوں کا اطمینان ہو جاتا ہے (بیان القرآن)

حقیقتِ تزکیه

(اضافہ شدہ ایڈیشن)

فرمودات

صوفی مقبول احمد نقشبندی دامت برکاته

جامع مسجد نقشبندی، نقشبندی سٹریٹ، الفلاح ٹاؤن، بیدیاں روڈ، لاہور کینٹ

manaqshbandi@gmail.com

فہرستِ مضامین

نمبر شمار	مضمون	صفحہ نمبر
۱	تمہید	2
۲	تصوف	3
۳	مقصود	4
۴	ذرائع	5
۵	ہدایات	8
۶	وہ حضرات جو کسی اللہ والے سے اصلاحی تعلق جوڑنا چاہتے ہیں	8
۷	وہ حضرات جو اصلاحی تعلق قائم کر چکے ہیں	11
۸	وہ حضرات جن کو اجازتِ بیعت وارشاد مل گئی ہے	15
۹	شجرہ شریف نقشبندیہ مجددیہ	20
۱۰	بزرگوں کا مختصر تعارف	21
۱۱	حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم	21
۱۲	حضرت امیر المومنین ابو بکر صدیقؓ	22
۱۳	حضرت سلمان فارسیؓ	23
۱۴	حضرت قاسم بن محمد بن ابی بکرؒ	23
۱۵	حضرت امام جعفر صادقؒ	24
۱۶	حضرت سلطان العارفین بایزید بسطامیؒ	24
۱۷	حضرت خواجہ ابوالحسن خرقانیؒ	25
۱۸	شیخ ابو علی فارمدیؒ	25
۱۹	حضرت خواجہ ابو یوسف ہمدانیؒ	25

نمبر شمار	مضمون	صفحہ نمبر
۲۰	خواجہ عبدالخالق غجدوانیؒ	26
۲۱	حضرت خواجہ محمد عارف ریوگریؒ	26
۲۲	حضرت خواجہ محمود انجیر فغنویؒ	27
۲۳	حضرت خواجہ علی رامیتنیؒ	27
۲۴	حضرت خواجہ محمد بابا سماسیؒ	28
۲۵	حضرت سید امیر کلالؒ	28
۲۶	حضرت خواجہ سید بہاؤالدین نقشبندؒ	29
۲۷	حضرت خواجہ علاؤالدینؒ	30
۲۸	حضرت خواجہ یعقوب چرخیؒ	31
۲۹	حضرت مولانا عبیداللہ احرارؒ	31
۳۰	حضرت مولانا محمد زاہدؒ	32
۳۱	حضرت مولانا محمد درویشؒ	32
۳۲	حضرت خواجہ محمد امکنگیؒ	32
۳۳	حضرت خواجہ محمد باقیؒ	33
۳۴	حضرت امام ربّانی مجدّد الف ثانی شیخ احمد سرہندیؒ	33
۳۵	حضرت خواجہ آدم بنوریؒ	34
۳۶	حضرت شیخ سعدیؒ	34
۳۷	حضرت خواجہ یحیٰؒ	34
۳۸	حضرت عبدالشکورؒ	35
۳۹	حضرت عبدالرّزاقؒ	35

نمبر شمار	مضمون	صفحہ نمبر
۴۰	حضرت محمد صفاؒ	35
۴۱	حضرت فقیر محمدؒ	35
۴۲	حضرت خواجہ شمس الدینؒ	36
۴۳	حضرت مولانا غلام ربّانیؒ	36
۴۴	صوفی مقبول احمد نقشبندی مدظلہ العالی	36
ضمیمہ۔۱	قرب الٰہی کے آسان راستے	38
ضمیمہ۔۲	اہم عریضہ بخدمت ماذونین ومجازین کرام	41
ضمیمہ۔۳	منتخب مضامین از (تسہیلِ قصد السبیل)	46

بسم اللہ الرحمن الرحیم

تمہید

نحمدہ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم امّا بعد عرض ہے۔ کہ ان اوراق میں جو کچھ بھی لکھا جا رہا ہے۔ یہ سب ہمارے حضرت جی مولانا غلام ربّانی رحمۃ اللہ علیہ کا فیضان ہے جو کہ جامع شریعت و طریقت تھے۔ جن کی تربیت سے یہ بندہ اس لائق ہوا کہ یہ چند کلمات لکھ سکے۔ ان تحریرات میں اگر کوئی کمی کوتاہی نظر آئے، اسے اس بندہ کی طرف سے لغزش سمجھ کر چشم پوشی فرما دیں۔ ہمارے حضرت جیؒ نے طریقت کو ہمیشہ شریعت مطہرہ کے تابع رکھا اور اکثر فرمایا کرتے تھے۔ ''شریعت حاکم ہے جِنّ وانس پر، طریقت شریعت کی لونڈی ہے، طریقت شریعت کی معاون ہے، طریقت شریعت پر ڈالنے کے لئے ہے نہ کہ ہٹانے کے لئے۔'' الغرض شریعت اصل ہے۔ حضرت جیؒ کی تربیت عملی تھی اور باریکیوں تک سُنن و مستحبّات کا اہتمام سکھلاتے تھے۔ معاملات، معاشرت غرضیکہ ہر چیز میں شریعت مطہرہ کا اہتمام تھا۔ اور فرائض کے بغیر تو گزارا ممکن ہی نہیں۔ طریقت کا خلاصہ فرماتے تھے۔ ''طریقت طریق سے ہے اور طریق راستہ کو کہتے ہیں۔ جیسے کھیت یا گھاس والے میدان میں لوگ مسلسل چلتے رہیں تو پاؤں کی رگڑ سے وہاں کچھ اُگتا نہیں اور ایک پگڈنڈی سی بن جاتی ہے۔ یہی راستہ کہلاتی ہے اور عربی میں اسے طریق کہتے ہیں''۔ طریقت سے مقصود دل اور اللہ العزت کے درمیان کثرت ذکر سے ایک ایسا راستہ ''طریق'' بنانا ہے کہ اللہ کا غیر نہ اُگے۔ یعنی دل اللہ کے غیر سے اثر نہ لے، اللہ کے غیر کی طرف التفات ہی نہ کرے، اللہ کے غیر پر بھروسہ نہ کرے اور دل ہر حال میں ہر وقت اللہ پاک ہی کی طرف متوجّہ رہے۔ ذکر شغل مراقبہ اسی لئے ہے۔

ساری محنت اسی لئے ہے کہ اغلب اوقات میں اللہ پاک کا دھیان اور فکر رہنے لگے۔ اسی لئے فرماتے تھے کہ اللہ پاک کی ذات کے طالب بنو۔ اور فرماتے تھے کہ زُہد، شیخ اور ثواب کے طالبان وشائقان تو بہت ہیں مگر اللہ کی ذات کا طالب کوئی کوئی ہے بلکہ عدم ہے۔ اصل اللہ پاک کی ذات ہے۔ جس کا قرب حاصل کرنے کے لئے اوّل قدم اِتبّاعِ سُنّت ہے۔ سُنّت کے خلاف چل کر اللہ پاک کا قرب ہرگز حاصل نہیں ہو سکتا۔ دل کے اندر اس استعداد کو حاصل کرنا جس سے جناب رسول اللہ ﷺ کی ایک ایک ادا ایسی محبوب ہو جو ہمیں اِتبّاع پر ڈال دے نہ کہ صرف دعوٰی محبت رہے۔ یہ طریقت کا مقصود ہے۔ ذکر اور فکر اس لئے ہے اور اللہ والوں سے تعلق اسی لئے ہے۔ اللہ پاک ساری اُمّت کو یہ سمجھا دے اور اس کی حقیقت دلوں میں اُتار دے۔

ایک اہم بات جو محترم حضرت جی رحمۃ اللہ علیہ سے سیکھی کہ مقاصد اور ذرائع میں فرق سمجھنا چاہئے۔ وسائل اور ذرائع کو مقاصد کا درجہ نہ دینا چاہئے۔ اس سے نظر مقاصد سے ہٹ جاتی ہے اور وسائل میں پھنسے رہتے ہیں۔ مقصود ہر وقت پیش نظر رہنا چاہئے۔

آئندہ صفحات میں اسی کے تعلق سے کچھ لکھنے کی کوشش کی جائے گی۔ اللہ پاک مجھے بھی اور ساری انسانیت کو دین کی حقیقت نصیب فرما کر عمل کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین یا ربّ العالمین۔

بندہ

مقبول احمد عفی عنہ

جامع مسجد نقشبندی الفلاح ٹاؤن بیدیاں روڈ لاہور کینٹ

manaqshbandi@gmail.com

تصوف

تصوف کا مفہوم نفس کا تزکیہ، دل کا تصفیہ ہے، یعنی نفس کو صفات رزیلہ مثل حبِّ دنیا، تکبر، نفاق، ریا، حسد، بغض، کینہ وغیرہ سے پاک کرنا اور صفات حمیدہ مثل ایمان، اخلاص ،تقویٰ، توکل، تواضع، قناعت، صبر ،شکر، خشیت وغیرہ حاصل کرنا۔ اور دل کو اللہ العزت کے غیر کے تاثر سے پاک کرنا تاکہ دل اغلب اوقات میں اللہ ہی کی طرف متوجہ رہنے کا عادی بن جائے، اسی پر بھروسہ، اسی سے توقع، اسی سے امید اور اسی کا خوف دل میں ہو اور مخلوق میں کسی سے امید اور نہ کسی کا خوف رہے۔ اسے قرآن پاک کی اصطلاح میں تزکیہ کہتے ہیں۔

انسان کے اندر اللہ پاک نے دو مخفی قوّتیں رکھی ہیں۔ ایک اسے اللہ پاک کی اطاعت کی طرف ابھارتی ہے اور دوسری اسے اللہ پاک کی نافرمانی کی طرف میلان کرانے کی کوشش میں لگی رہتی ہے۔ تزکیہ یا تصفیہ سے مقصود خیر کی قوت کو غالب کرنا اور شرّ کی قوت کو مغلوب کرنا ہے۔ خیر کی قوّت کو روح کہا گیا ہے اور شرّ کی قوّت کو نفس کہا جاتا ہے۔ ان دونوں کا مقابلہ آپس میں موت تک مسلسل ہوتا رہتا ہے۔ اس لئے تزکیہ کی محنت کی بھی موت تک ضرورت ہے۔

تصوف کی حقیقت تو نفس کی اخلاق ذمیمہ یعنی بُری خواہشات سے صفائی اور اخلاق حمیدہ اچھی صفات کا حصول ہے اور اللہ پاک کی حقیقی محبت دل میں حاصل کرنا جس کا نتیجہ دل کے اندر ایسی استعداد کا پیدا ہونا جو اللہ پاک کے سارے احکامات کی تعمیل پر اُبھارے اور ہر نافرمانی سے نفرت دلائے اور اللہ پاک کی رضا جوئی کے لئے بچنا آسان ہو۔ اور جناب رسول اللہ ﷺ کی ایک ایک ادا محبوب بنا کر زندگی کے ہر

شعبہ میں اُس کے اِتبّاع پر اُبھارے۔

تصوف تو شریعتِ مطّہرہ پر دل کی آمادگی ہے اس لئے دل کے تصفیہ یا نفس کے تزکیہ کے بعد شریعتِ مطّہرہ کے خلاف چلنا تقریباً ناممکن ہو جاتا ہے۔ اللہ پاک پوری امّت کو اس حقیقت کے سمجھنے اور اس پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ اللہ پاک مجھے بھی، جملہ متعلقین اور سب مسلمان بھائیوں کو سمجھا دیں۔ آمین۔

مقصود

تصوف سے مقصود اللہ پاک کی معیت حاصل کرنا ہے۔ جو کہ اللہ پاک کی طرف سے اسکی رضا اور قربِ خاص سے ملتا ہے جس سے بندہ اپنے اندر میں دو کیفیتیں محسوس کرتا ہے۔ ایک عبدیت اور دوسری حضوری۔

عبدیت میں اللہ پاک کے سامنے اپنا تذلل۔ اللہ کا غلام بننا۔ کیونکہ غلام کا کوئی استحقاق نہیں ہوتا صرف اور صرف اپنے مولیٰ کی اطاعت اسکی رضا جوئی کی فکر۔ اس غلام کو جو مالک کی طرف سے ملتا ہے تو ممنون ہوتا ہے کہ اگر یہ نہ بھی دیتا تو کوئی زور نہیں۔ اسلئے یہ اپنے مالک کا احسان مند ہوتا ہے۔ غلام اور نوکر میں ایک بنیادی فرق یہی ہے کہ نوکر کا استحقاق ہوتا ہے غلام کا نہیں، نوکر تو مخصوص کام، مخصوص اجرت اور مخصوص وقت کے لئے ہوتا ہے۔ کام بدلنے پر انکار کر سکتا ہے۔ مگر غلام کو سارے کام مالک کی مرضی کے مطابق کرنے ہوتے ہیں۔ مطالبہ کسی چیز کا نہیں کر سکتا۔

حضوری میں دل پر اغلب اوقات میں یہ استحضار رہتا ہے کہ وہ اللہ پاک کو دیکھ رہا ہے۔ یعنی دل میں ایک یقین کی کیفیت۔ یا یہ کہ اللہ پاک اسے دیکھ رہا۔ جس کو یوں فرمایا گیا ہے: **اَنْ تَعْبُدَ اللّٰہَ کَاَنَّکَ تَرَاہُ وَاِنْ لَمْ تَکُنْ تَرَاہُ**

فَاِنَّهٗ یَرَاکَ وہ اللہ جس کی قدرت اور علم سے کائنات کا کوئی ذرّہ باہر نہیں۔ وہ دل کے چھپے ہوئے بھیدوں سے بھی بخوبی واقف ہے۔ جس دل کی یہ کیفیت بن جائے اس کو اللہ پاک کی نافرمانی پر جرأت نہیں ہوگی۔ اس کے دل پر اللہ پاک کے سامنے ہر وقت حاضری کا استحضار، اس کی اطاعت پر شوق و رغبت دلائے گا اور اس کی معصیت سے اس کو گھن دلائے گا اور اللہ پاک کی رضا کے لئے ہر معصیت کا چھوڑنا آسان ہو جائے گا ۔اور اس کی اطاعت اسی کی رضا کے لئے آسان ہو جائے گی۔

ذرائع

اب اس مقصود کو حاصل کرنے کے کچھ ذرائع ہیں جن میں ایک قسم معدہ کا مجاہدہ کہلاتا ہے اکثر صوفیائے کرام یہ مجاہدے کراتے رہے ۔قلت الکلام، قلت الاختلاط مع الانام، قلت طعام اور قلت منام ۔یعنی کم باتیں کرنا، کم عام لوگوں سے ملنا، کم کھانا اور کم سونا۔ ان سے مقصود یکسوئی حاصل کرنا ہے، تاکہ مقصد کی دھن میں لگیں۔ لیکن اس زمانہ میں چونکہ قویٰ پہلے جیسے نہیں رہے اس لئے کھانا اور سونا کم کرنا منع ہے کیونکہ اس کی کمی سے ضعف ہو جائے گا اس لئے اعتدال کے ساتھ کھائیں اور سوئیں۔ البتہ دنیا کے تذکرے جن کا نہ دنیوی فائدہ نہ دینی فائدہ، ان سے بچیں۔ اسی طرح ان غیر ضروری یارانہ کی مجالس سے بھی بچیں جس میں لایعنی تذکرے ہوتے ہوں۔ جن کا نہ دنیوی فائدہ نہ دینی فائدہ۔

اسکے ساتھ کرنے کے کام دو قسم کے ہیں۔ مفید بلا خطر اور مفید بالخطر ۔مفید بلا خطر ذکر، شغل، مراقبہ ہیں جن میں لگنے سے فائدہ ہی فائدہ ہے خطرہ کوئی نہیں۔ دوسری قسم میں بھی فائدہ ہو جاتا ہے مگر خطرات ساتھ لگے ہوئے ہیں یہ تصوّرِ شیخ، عشق

مجازی اور سماع ہیں۔

ہمارے سلسہ میں الحمدللہ ذکر، شغل اور مراقبہ ہی ہے۔ ذکرِ قلبی ہی کی کثرت کرائی جاتی ہے اور موقع محل اور استعداد کے مطابق اشغال اور مراقبہ بھی تجویز کیا جاتا ہے۔ اصل ذکر ہے خواہ قلبی ہو خواہ لسانی۔ اسی سے دل مذکور (اللہ العزت) کی طرف متوجہ ہوگا۔ کیونکہ اللہ پاک خود فرماتے ہیں:

فَاذْكُرُوْنِىْٓ اَذْكُرْكُمْ

جس کا مفہوم ہے کہ تم مجھے یاد کرو میں تمہیں یاد کرونگا۔ یہ کتنی بڑی بات ہے اللہ پاک ہم جیسوں کو یاد فرماویں۔ جب اللہ پاک یاد فرماویں گے تو ان کی توجہ ہماری طرف ہوگی تو پھر اور کیا چاہئے! ذکر قلبی کی تاثیر زیادہ ہے اور جلدی مقصود تک رسائی ہوتی ہے۔ دل جب اللہ پاک کی طرف متوجہ ہوگا تو شیطان کو بھی جرأت نہیں ہوگی۔ کیونکہ جب دل اللہ پاک کی یاد سے غافل ہوتا ہے تو شیطان دل پر مسلط ہو جاتا ہے جیسا اللہ پاک نے فرمایا ہے :۔

وَمَنْ يَّعْشُ عَنْ ذِكْرِ الرَّحْمٰنِ نُقَيِّضْ لَهٗ شَيْطٰنًا فَهُوَ لَهٗ قَرِيْنٌ

(سورۃ الزخرف)

جس کا مفہوم ہے کہ جو رحمٰن کے ذکر سے غفلت کرتا ہے۔ اس پر ہم شیطان مسلط کر دیتے ہیں اور وہ اس کا ساتھی ہوتا ہے۔ اب آپ خود سوچیں کہ جب شیطان کا تسلّط ہو جائے تو وہ کس طرح ہر غلطی پر اطمینان دلاتا ہے۔ غلطی کو غلطی نہیں سمجھنے دیتا تاکہ توبہ نہ کر سکے اور یہی اس کی سب سے بڑی دشمنی ہے کہ گناہ پر ندامت نہ ہونے دے (اللہ پاک اس کے مکروں سے ہماری حفاظت فرمائے) اس لئے بھی اللہ پاک

کے دائمی ذکر کی ضرورت ہے کہ اس کو حملہ کی جرأت نہ ہو۔ اللہ پاک سے مانگا جائے کہ وہ اس ذکر سے مذکور کی طرف پہنچادے یعنی دل کی توجہ ہر حال میں اللہ پاک ہی کی طرف لگی رہے اور یہ کثرت ذکر سے ہوگا۔ اللہ پاک اپنے پاک نام کی لذّت سے آشنائی عطا فرمادیں۔ (آمین)

اس طریق میں چلنے والے بعض اشخاص پر بعض اوقات مختلف قسم کے احوال پیش آتے ہیں جو غیر اختیاری ہیں اور مقاصدِ تصوف میں سے نہیں ہیں۔ یہاں یہ بات اچھی طرح سمجھنے کی ہے۔ ان احوال میں سے اگر کوئی حال بھی نہ ہو تو کوئی نقصان نہیں جب تک شریعتِ مطہرہ کی پابندی ہو رہی ہو۔ یہ احوال ہر شخص پر اس کے ذوق اور استعداد کے مطابق آتے ہیں۔ اس لئے اس کے عمومی تذکروں سے اجتناب کرنا چاہئے، کیونکہ یہ بعض اوقات عوام کو مقصود سے ہٹا دیتے ہیں۔ مثلاً ان کی لذّت ہی کی تلاش اور انتظار میں رہتے ہیں۔

اس وقت تصوف کو آسان شکل میں پیش کرنے کی ضرورت ہے۔ تاکہ ہر شخص اس کی طرف آسانی سے رغبت کر سکے۔ غیر اختیاری احوال اور مواجید کے تذکرے اس کو مشکل بنا دیتے ہیں۔ کشف و کرامت کا انکار نہیں، لیکن اہل حق نے کسی بھی زمانے میں ان کی طرف التفات نہیں کیا۔ ان کو اہمیت نہیں دی۔ اسی لئے اس طریق میں بھی عام دستور کے مطابق ایک ماہر، استاذ، رہبر، رہنما کی ضرورت ہے جو اس طریق سے واقف ہو اور نفس اور شیطان کے مکروں کو سمجھتا ہو، شریعت مطہرہ کی پابندی کرتا ہو، کسی شیخ کامل سے تربیت حاصل کر چکا ہو اور اسکی طرف سے اجازتِ خلافت بھی ملی ہو۔ اسکی صحبت میں دین پر چلنے کی رغبت بڑھتی ہو۔ اللہ العزت سے

مانگا جائے کہ ان تک رسائی ہو جائے اور انکی تربیت سے شریعت مطہرہ پر چلنے کی طبعی رغبت پیدا ہو جائے۔

ہدایات

وہ حضرات جو کسی اللہ والے سے اصلاحی تعلق جوڑنا چاہتے ہیں

(۱) جس سلسلے کی طرف میلان ہو اس کے ماہر کو تلاش کیا جائے

ہمارے قریبی ممالک میں تربیت کے چار مشہور سلسلے رائج ہیں۔ نقشبندیہ، قادریہ، چشتیہ اور سہروردیہ۔ یہ باطنی علاج کے مختلف طریقے ہیں۔ ان میں سے جسکی طرف میلان و رغبت ہو اس طریقے سے وابستہ ہو کر اپنا باطنی علاج کرایا جائے۔ یہ بالکل اسی طرح ہیں جس طرح جسمانی امراض میں علاج کے مختلف طریقے رائج ہیں ۔ قدیم طب یونانی طریقہ، ہومیوپیتھک ، جدید میڈیکل طریقہ یا آکوپنکچر وغیرہ۔ مقصود سب کا ایک ہے کہ جسم صحت مند ہو کر اپنے اصلی کام کو صحیح طریقے پر سرانجام دے سکے۔ اسی طرح ان سب سلسلوں سے بھی مقصود فقط یہی ہے کہ دل صحت مند ہو کر اپنے اصلی کام میں لگے یعنی شریعت مطہرہ پر عمل کو ابھارے۔ اطاعت کی طبعی رغبت پیدا ہو اور نافرمانی سے شدید نفرت پیدا ہو۔ اب اپنا اپنا میلان ہے کسی کو کسی طریقے پر علاج کرانا پسند ہے اور کسی کو کسی طریقے پر۔ اس لئے جس سلسلے کی طرف میلان ہو اسکے ماہر کو تلاش کیا جائے۔

(۲) تعلق جوڑے بغیر اصلاح نہیں ہوتی

ہمارے حضرت جی رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ بیعت امورِ لازمہ میں

سے نہیں ہے البتہ تربیت امورِ لازمہ میں سے ہے۔ اسی لئے ہمارے ہاں سلسلے کی دعوت نہیں ہے اور حضرت جیؒ فرمایا کرتے تھے اس طریق کی اہمیت، افادیت سمجھا کر آزاد چھوڑ و کہ جہاں میلان ہو وہاں اپنی اصلاح کرواؤ۔ تعلق جوڑے بغیر اصلاح عموماً ہوتی نہیں۔ ہم نہیں کہتے کہ ہمارے سلسلے میں اصلاح کرواؤ لیکن کہیں نہ کہیں تعلق ضرور جوڑ لو۔

(۳) رہنما کی تلاش کے لیے مشورہ اور دُعا کا اہتمام

عوام کے لئے بعض اوقات یہ فیصلہ کرنا مشکل ہوتا ہے کہ کہاں تعلق جوڑوں اس لئے کسی اہل دل، مردِ صالح، عالم باعمل سے مشورہ کرلیا جائے۔ اس سے فیصلہ کرنے میں مدد ملے گی۔ جب تک کہیں تعلق پیدا نہ ہو اصلاحی مجالس میں دل کی اصلاح کی نیت سے شرکت کرتا رہے اور اللہ پاک سے مانگتا رہے کہ جہاں میرے دل کی اصلاح ہوسکتی ہے وہاں میرا دل جما دے۔

(۴) اہلِ حق شیخ کی علامات

اس بات کا خیال رکھا جائے کہ علاج وہاں سے کرایا جائے جس شیخ میں اور اسکے متعلقین کی اکثریت میں شریعت کی پابندی نظر آئے اور دین دار متقی اہل علم اسکی طرف زیادہ متوجہ ہوں۔ عوام بالخصوص خواتین کی بھیڑ نہ دیکھی جائے۔ اس طریق میں محبت اور مناسبت شرط ہے۔ اس لئے بیعت میں عجلت نہیں کرنی چاہئے۔ چند ملاقاتوں کے بعد جب دل میں محبت اور مناسبت محسوس کریں تو اصلاح کا تعلق جوڑ لیں۔

(۵) صرف دل کی اصلاح کی نیت سے تعلق جوڑا جائے

آجکل رسمی بیعت تو عام ہے۔ بس برکت کے لئے بیعت کرتے ہیں یا اپنی

دنیاوی اغراض کے لئے اللہ والوں کو تلاش کیا جاتا ہے۔ وظیفے اس لئے مانگے جاتے ہیں کہ دنیا کے اٹکے ہوئے کام بن جائیں ۔ اللہ والوں کی برکت سے دنیا کے کام تو شاید بن جائیں مگر دل کی اصلاح نہیں ہوگی ، جب تک کہ دل کی اصلاح کی نیت سے تعلق نہ جوڑا جائے۔ اللہ پاک کا معاملہ انسان کی اپنی دل کی نیت پر ہے۔ وہ دلوں میں جھانکتے ہیں جو دل سے اپنی اصلاح چاہتا ہے اللہ رب العزت اسکو محروم نہیں فرماتے۔

(٦) جب تک اصلاحی تعلق قائم نہ ہو درج ذیل معمولات کو کرنے سے بھی انشاء اللہ فائدہ ہوگا:۔

(ا) اذکار:۔

(١) تیسرا کلمہ (سو مرتبہ)

(٢) درود شریف (سو مرتبہ)

(٣) استغفار (سو مرتبہ)

(٤) کلمہ طیبہ دو سو مرتبہ **لاالہ الااللہ** اور کبھی کبھی **محمد رسول اللہ** ملا لیں۔

(٥) قرآن حکیم کی تلاوت (حسبِ استعداد)

(ب) کتب کا مطالعہ:۔

اللہ والوں کی کتابوں کا مطالعہ دل کی اصلاح کی نیت سے کرتا رہے۔ اللہ والوں کے ارشادات کے اندر اللہ پاک نے تاثیر رکھی ہے ان کے بغور مطالعہ سے دلوں میں نورانیت آتی ہے۔ درج ذیل چند کتب بھی مفید ہیں۔

(١) اصلاحی نصاب (مئولفہ حضرت حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانویؒ)

(٢) فضائل اعمال (مئولفہ حضرت شیخ الحدیث مولانا زکریاؒ)

(۳) فضائل صدقات (۔۔۔۔۔ایضاً۔۔۔۔)

(۴) صحبت با اہل دل (حضرت مولانا ابوالحسن علی ندویؒ)

(۵) اکابر کا سلوک واحسان (صوفی اقبال صاحبؒ)

(۶) گناہِ بے لذت (حضرت مفتی محمد شفیعؒ)

(۷) تعلیم الاسلام (حضرت مفتی کفایت اللہؒ)

(۸) تسہیل المواعظ (حضرت حکیم الامتؒ)

(۹) اسوۂ رسول اکرم ﷺ (حضرت ڈاکٹر عبدالحیؒ)

(۱۰) تسہیل قصد السبیل (مفتی محمد شفیعؒ)

(۱۱) تصوف کیا ہے (مولانا منظور نعمانیؒ)

(۱۲) حقیقتِ تصوّف، بیعت، تبلیغ (حضرت صوفی مقبول احمد صاحب دامت برکاتہم)

(ج) دعوت وتبلیغ:۔

دعوت وتبلیغ میں اپنی اصلاح کی نیت سے جانے سے بھی دل کی اصلاح میں مدد ملتی ہے اگر صحیح اصولوں سے وقت لگایا جائے۔ اپنی استعداد کے مطابق انکی ترتیبات میں شرکت کرتا رہے۔

وہ حضرات جو اصلاحی تعلق قائم کر چکے ہیں

اب چند باتیں ان حضرات کے لئے جنہوں نے اپنا اصلاحی تعلق قائم کرلیا ہے:۔

☆ اس طریق میں اپنے مربی وشیخ سے جتنی زیادہ محبت ہوگی اتنا ہی زیادہ فائدہ ہوگا اور محبت خود ہی آدابِ محبت سکھا دیتی ہے۔ ہر شیخ کی مجلس کے مختلف آداب ہیں جو انکی خدمت میں جانے آنے سے خود بخود معلوم ہوتے رہتے ہیں۔ سب سے بڑا ادب

راحت رسانی ہے۔منشاء کو پہچاننا اور اس پر عمل کرنا۔شیخ کی توجہ کو کھینچنے والی اصل چیز عمل ہے۔ان کے بتائے ہوئے معمولات کی پابندی سے ان کا دل خود متوجہ ہوگا۔

☆ اس طریق میں تصنّع سے کام نہیں بنتا بلکہ بگڑ جاتا ہے۔اس لئے دل کے اخلاص کے ساتھ صرف اور صرف اللہ پاک کی محبت ہی میں اس تعلق کو رکھا جائے۔

☆ اپنے حالات کی اطلاع کرتا رہے اور ان کے بتائے ہوئے ارشادات کا اتباع کرے۔(اطلاع اور اتباع)

☆ اپنے طور پر ادھر ادھر سے پڑھ کر کوئی وظیفہ شروع نہ کرے۔نہ ہی شیخ سے وظیفوں کی فرمائش کرے۔بلکہ جو وظیفہ بتایا گیا ہے اس کا پابندی سے جم کر ذوق وشوق سے اہتمام کرے۔

☆ جب تک ذوق بیدار نہ ہو اپنے پر جبر کر کے ان معمولات کو پورا کرنے کی کوشش کرے۔ ذوق کی بیداری کے بعد تو خود بخود آسانی ہو جاتی ہے۔حسبِ استطاعت ذوق کی بیداری میں وقت لگتا ہے اور ذوق بھی ہر ایک کا مختلف ہے۔اللہ العزت ہر ایک کی تسلی فرما ہی دیتے ہیں۔

☆ شیخ پر اعتماد بہت ضروری ہے۔حضرت مولانا سید سلیمانؒ ندوی فرماتے ہیں جسکا مفہوم ہے:۔''جب تک شیخ کو تولنے کی ترازو نہیں گرائے گا کام نہیں بنے گا یعنی پورا فائدہ نہیں ہوگا۔''یعنی بیعت سے پہلے تو پورا اطمینان کرلے مگر بیعت کے بعد خواہ نخواہ شیخ کے عیبوں کا تجسس نہ کرتا رہے۔دل سے اپنے شیخ پر اعتراض نہ کرے۔کیونکہ اعتراض فیض سے محروم کر دیتا ہے۔

☆ دورانِ تربیت مختلف احوال اور کیفیات دل پر گزرتی ہیں۔غیر ارادی اور

غیر اختیاری۔ انکا آپس میں بھی تذکرہ نہ کیا جائے سوائے اپنے مربّی اور شیخ کے۔ ان کو اپنی اندرونی کیفیات ضرور بتائی جائیں گو یہ کیفیات مقصود نہیں اور اگر کوئی کیفیت بھی نہ ہوتو کوئی حرج نہیں۔

☆ بعض احباب کو کشف شروع ہو جاتا ہے اس کو کمال نہیں سمجھنا چاہئے۔ اسوقت زیادہ مضبوطی کے ساتھ سنّت اور شریعت کے اتباع کی ضرورت ہے اور اپنے مربّی و شیخ کی کڑی نگرانی میں رہنے کی ضرورت ہے۔ اپنے ہر کشف کو شریعت مطہرہ کی کسوٹی پر پرکھے۔ اگر اسکے مطابق ہے تو بھی محمود ہے، مقصود نہیں۔ اتباع شریعت کی ذمّہ داری اور بڑھ جاتی ہے یہ بات اچھی طرح ذہن نشین رہنی چاہئے کہ کسی کا کشف الہام خواب یا وجدان شریعت مطہرہ کے مقابلے میں حجّت نہیں۔ حجّت فقط شریعت مطہرہ ہی ہے۔ یہ کشف، خواب، الہام اور وجدان ظنی ہیں یقینی نہیں۔ اہلِ حق کی تحقیق ہے کہ کاشف خطرے میں رہتا ہے۔ اسلئے جس کو کشف نہیں ہوتا وہ اسکی تمنّا نہ کرے۔

☆ اپنے مربّی و شیخ کی بتائی ہوئی کتابوں کو وظیفے کے طور پر اپنے مطالعہ میں رکھے۔ پوری کوشش ہو کہ فرض نمازیں تکبیرِ اولیٰ کی پابندی کے ساتھ مسجد میں ہوں اور حسبِ توفیق نوافل کا بھی اہتمام کرنے کی کوشش کرے۔ اللہ پاک سے تہجد کی توفیق مانگتا رہے۔ نماز تہجّد سے خاص قرب نصیب ہوتا ہے۔ جب تک تہجّد کے لئے اٹھنا مشکل ہو عشاء کے بعد سونے سے قبل ہی چند رکعت پڑھ لی جائیں۔

☆ روز مرّہ زندگی کے معاملات کو بھی علمائے کرام سے تحقیق کر کے شریعت مطہرہ کے مطابق بنانے کی کوشش کریں۔ اس کے لیے کسی ایک جگہ جہاں دل کا اطمینان ہو ان مفتی صاحب سے مسائل علمی کیلئے رجوع کیا جائے۔

☆ بعض مشائخ کے ہاں تربیت کے لئے مستقل اسباق ہیں جن کی مشق کرائی جاتی ہے۔ان کی اہمیت افادیت اپنی اپنی جگہ پر مستقل ہے۔

☆ مراقبات اوراشغال جو تجویز کئے جاتے ہیں مختلف مشائخ کے اپنے اپنے ذوق اور مشاہدات و تجربات کی بنیاد پر ہوتے ہیں جن کی افادیت سے انکارنہیں اور یہ مختلف اشخاص کی استعداد کی بنیاد پر تجویز ہوتے ہیں۔ ہمارے حضرت مولانا غلام ربّانی رحمۃ اللہ علیہ کے ہاں بھی بعض احباب کو یہ مراقبات واشغال تجویز فرمائے گئے لیکن آخر میں صرف ذکرِ قلبی ہی کی تلقین کی جاتی تھی۔جومقصود کے حاصل ہونے میں مختصرترین اورسہل ترین راستہ ہے۔حضرت کے ہاں علیحدہ علیحدہ لطائف پر محنت نہیں کرائی جاتی تھی اور یہ ہی مزاج حضرت حکیم الامّت تھانویؒ کا تھا کہ لطیفہءقلب میں لطافت بڑھنے سے سب لطائف کا اجراء ہوجاتا ہے۔اس لئے ہمارے سلسلہ کے ذاکر ساتھیوں کو اصل توجہ قلب پر ہی دینی چاہئے ۔اسکو ہمارے حضرتؒ طریق اقرب الی السُنّۃ فرمایا کرتے تھے۔

☆ تربیت واصلاح کے لئے اصل چیز صحبت ہے شیخ کی صحبت میں بیٹھنے سے فیض خود بخود ملنا شروع ہوجاتا ہے۔مربّیٔ حقیقی اللہ کی ذات ہے وہ خود فیض پہنچاتے ہیں۔حضرت مولانا عبدالقادر رائپوریؒ فرماتے ہیں صحبت تو اکیلی بھی نافع ہے۔مگر ذکراللہ کا بغیر صحبت کے نافع ہونا شاذ ہے۔صحابہ کرامؓ نے صحبت ہی سے فیض پایا۔

☆ ہمارے حضرت جیؒ کے ہاں اخیر زمانہ میں معروف توجّہ دینے کا طریقہ نہیں رہا تھا بلکہ فرماتے تھے کہ مجھے شرم آتی ہے اللہ سے رخ موڑ کر کسی کی طرف توجہ کروں۔

اور فرماتے تھے کہ صرف ارادے سے فیض پہنچتا ہے۔مجلس میں بیٹھنے سے من جانب اللہ دلوں میں فیض آنا شروع ہو جاتا ہے اور یہ ہی مزاج حضرت تھانوی ؒ کا تھا۔

وہ احباب جن کو اجازتِ بیعت وارشاد مل گئی ہے

☆ جن احباب کو اجازت مل جائے خواہ حلقہء ذکر کی ہو یا بیعت کی اس کو کمال نہ سمجھیں بلکہ یہ بہت اہم ذمّہ داری سپرد ہوتی ہے۔ یہ اپنی اصلاح سے کسی وقت بھی غافل نہ ہوں۔ چونکہ اجازت بھی شیخ غلبہء ظن کی بناء پر دیتا ہے اس وقت کی موجودہ حالت کے اعتبار سے اجازت دیتا ہے چونکہ نفس اور شیطان پیچھے لگے رہتے ہیں اس لئے خطرہ مستقل موجود ہے۔ ان احباب کو اپنا محاسبہ مستقل کرتے رہنے کی زیادہ ضرورت ہے کہ اپنے اندر میں جھانکتے رہیں اور اللہ العزت ہی سے مدد اور توفیق مانگتے رہیں۔ بسا اوقات دوسروں کی اصلاح کی فکر میں اپنے عیوب کی طرف نظر نہیں جاتی اس لئے مستقل ڈرتے رہنے کی ضرورت ہے۔اور اپنے عیوب کا استحضار دوسروں کے عیوب دیکھنے سے روک دے۔اپنی کوتاہیوں کی تاویل نہ کی جائے بلکہ ان کا تدارک فوری توبہ وندامت سے کیا جائے۔

☆ جو کتابیں شیخ تجویز کرے انکو اپنی تربیت کے لئے دل کی اصلاح کی نیت سے مستقل مطالعہ میں رکھے اور اپنے مربّی وشیخ سے مسلسل رابطے میں رہے۔کوشش ہو کہ دل کی توجہ اغلب اوقات میں اللہ العزّت کی طرف رہے۔جس کے لئے ذکر قلبی، شغل جو شیخ تجویز کرے اس پر زیادہ محنت کرنی ہوگی۔

☆ اپنی اندرونی ہر حالت کی اپنے مربّی وشیخ کو ضرور اطلاع کرے خواہ اچھی ہو یا بُری۔

☆ کبھی کبھی ذکر یا اعمال میں تنگی پیدا ہوتی ہے جسے قبض کہتے ہیں اس سے گھبرائے نہیں۔ یہ قبض بعض اوقات کسی سبب سے ہوتا ہے اور بعض اوقات بلا سبب۔ اگر دل میں جھانکا جائے ،غور وفکر کیا جائے تو اندازہ ہو جاتا ہے کہ یہ سبب سے ہے یا بلاسبب۔ اگر اسکا سبب کوئی کوتاہی ہو، معصیت ہو تو فوراً توبہ سے اس کا تدارک کرے۔اگر سبب معلوم نہ ہو تو صبر کرے اور سکون سے رہے اور یہ سمجھے کہ اللہ العزّت یہ حالتِ قبض اس لئے لائے ہیں کہ حالتِ بسط کی قدر ہو۔

☆ حالتِ بسط کے اندر جو خوشی ہوتی ہے دلجمعی نصیب ہوتی ہے اور اطاعت میں خوب دل لگتا ہے۔اس پر اِترائے نہیں اسے اللہ العزت کا خاص عطیہ سمجھے کہ اس نے محض اپنے فضل سے یہ کیفیت عطا فرمائی۔

☆ قبض وبسط دونوں حالتیں یکے بعد دیگرے آتی ہی رہتی ہیں۔قبض میں گھبرائے نہیں، بسط میں اِترائے نہیں۔ان دونوں حالتوں میں اپنے اعمال میں اخلاص کے ساتھ لگے رہنے کی ضرورت ہے۔محققین کی تحقیق ہے کہ قبض میں زیادہ فائدہ ہوتا ہے۔نفس کی زیادہ اصلاح ہے۔حکیم الامّت حضرت تھانویؒ تو فرماتے تھے کہ اپنے متعلقین میں اسکا میں انتظار کرتا ہوں اور جب یہ کیفیت کسی کے اندر پیدا ہوتی ہے تو میں خوش ہوتا ہوں۔

☆ کچھ نہ کچھ وقت خلوت کے لئے ضرور فارغ کرنا چاہئے خواہ قلیل ہی ہو۔اس میں دل کی توجہ کے ساتھ ذکر میں مشغول ہونا اس سے بہت فائدہ ہوتا ہے۔

☆ قرآن کی تلاوت بھی زیادہ سے زیادہ کرنے کی کوشش کریں۔اور اللہ پاک سے نورِ حقیقتِ قرآن کا سوال کریں۔

☆ یہ حضرات درج ذیل کتب بھی مطالعہ میں رکھیں۔

(۱) امداد السلوک (حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ)

(۲) اکمال الشیم (شیخ عطاء اللہ سکندریؒ)

(۳) تربیت السالک (حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ)

(۴) ملفوظات حضرت حکیم الامّتؒ (حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ)

(۵) تذکرہ مولانا فضل الرحمٰن گنج مراد آبادیؒ (مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ)

(۶) اصلاحی خطبات (حضرت مفتی تقی عثمانی دامت برکاتہم)

(۷) مکاتیبِ رشیدیہ (مولانا عاشق الٰہی میرٹھیؒ)

(۸) فیوضِ یزدانی (ترجمہ از مولانا عاشق الٰہی میرٹھیؒ)

(۹) مکتوباتِ امامِ ربانیؒ (حضرت مجدد الف ثانیؒ)

(۱۰) مکتوباتِ معصومیہ (حضرت خواجہ معصومؒ)

آخر میں مجدّد الف ثانیؒ کا ارشاد نقل کیا جاتا ہے جو بار بار سننے کا ہے۔

فرماتے ہیں:۔

''اللہ تعالیٰ نے مجھے علومِ ظاہرہ سے سرفراز فرمایا، حدیث پڑھی، تفسیر پڑھی، فقہ پڑھی، گویا تمام علومِ ظاہرہ اللہ تعالیٰ نے عطا فرمائے۔اس میں اللہ تعالی نے مجھے کمال بخشا، اس کے بعد خیال ہوا کہ یہ دیکھنا چاہئے کہ صوفیاء کرام کیا کہتے ہیں؟ ان کے پاس کیا علوم ہیں۔ چنانچہ انکی طرف متوجہ ہوکر ان کے علوم حاصل کیئے۔ صوفیاء کے جو چار سلسلے ہیں، سہروردیہ، قادریہ، چشتیہ اور نقشبندیہ ان سب کے بارے میں دل میں یہ جستجو پیدا ہوئی کہ کونسا سلسلہ کیا طریقہ تعلیم کرتا ہے؟ سب کی سیر کی اور چاروں

سلسلوں میں جتنے اعمال، اشغال، جتنے اذکار، جتنے مراقبات، جتنے چلّے ہیں۔ وہ سب انجام دیئے۔ سب کچھ کرنے کے بعد اللہ تعالیٰ نے مجھے ایسا مقام بخشا کہ خود سرکارِ دوعالم ﷺ نے اپنے دستِ مبارک سے مجھے خلعت پہنایا، پھر اللہ تعالیٰ نے اتنا اونچا مقام بخشا کہ اصل کو پہنچا، پھر اصل سے ظل کو پہنچا، حتی کہ میں ایسے مقام پر پہنچا کہ اگر اس کو زبان سے ظاہر کروں تو علماء ظاہر مجھ پر کفر کا فتوٰی لگا دیں اور علماء باطن مجھ پر زندیق ہونے کا فتوٰی لگا دیں۔ لیکن میں کیا کروں اللہ تعالیٰ نے مجھے واقعتاً اپنے فضل سے یہ سب مقامات عطا فرمائے۔ اب یہ سارے مقامات حاصل کرنے کے بعد میں ایک دعا کرتا ہوں اور جو شخص اس دعا پر آمین کہہ دے گا انشاء اللہ اس کی بھی مغفرت ہو جائے گی وہ دعا یہ ہے کہ:

''اے اللہ مجھے نبی اکرم ﷺ کی سنت کی اتباع کی توفیق عطا فرما۔ آمین۔

اے اللہ مجھے نبی کریم ﷺ کی سنت پر زندہ رکھ۔ آمین۔

اے اللہ مجھے نبی کریم ﷺ کی سنت ہی پر موت عطا فرما۔ آمین''

بہر حال تمام مقامات کی سیر کرنے کے بعد آخر میں نتیجہ یہ ہی ہے کہ جو کچھ ملے گا وہ نبی اکرم ﷺ کی اتباع میں ملے گا۔ حضرت مجدّد صاحبؒ فرماتے ہیں کہ میں تو سارے مقامات کی سیر کرنے کے بعد اس نتیجے پر پہنچا، تم پہلے دن پہنچ جاؤ۔ پہلے دن ہی اس بات کا ارادہ کر لو کہ نبی کریم ﷺ کی جتنی سنتیں ہیں ان پر عمل کروں گا پھر اس کی برکت اور نورانیت دیکھو گے۔ پھر زندگی کا لطف دیکھو گے۔''

(ماخوذ از اصلاحی خطبات صفحہ ۲۱۲۔۲۱۳، جلد ۵۔ حضرت مفتی تقی عثمانی صاحب)

یہی حال ہمارے حضرت جیؒ کا اخیر عمر میں تھا اسلئے بیعت کے اندر یہ الفاظ

بھی کہلواتے تھے کہ یہ بیعت شریعت کی بیعت ہے۔ ہمارے حضرت کا ایک فارسی میں شعر ہے۔

چوں حضورش آمدہ بالغ شدہ

از تعین شغلہا فارغ شدہ

یعنی اس طریق میں جو اذکار، اشغال اور مراقبات بتائے جاتے ہیں ان سے مقصود دل میں حضوری کی کیفیت کا حاصل کرنا ہے جب یہ حاصل ہوگئی اور اغلب اوقات میں رہنے لگے تو ان اشغال کی چھٹی۔ اب وہ ہی مسنون، مأثور معمولات کی پابندی زندگی بھر کرنی ہے۔ اللہ پاک ہم سب کو اس کی حقیقت نصیب فرمائے اور عمل کی توفیق عطا فرمادے۔ آمین

اس طریق میں سلسلہ کا شجرہ بھی محفوظ رکھا جاتا ہے۔ جسکا مقصد اپنی نسبت کا حضور اقدس ﷺ تک پہنچانا۔ تاکہ معلوم ہو جاسے کہ اس سلسلہ میں کوئی بدعتی شامل نہیں۔ اپنے محسنین کو یاد رکھنا کہ یہ مبارک ہستیاں ہیں جنھوں نے حضور اقدس ﷺ سے ہمارے زمانے تک اس طریق کو محفوظ رکھا۔ زمانے کی آلودہ فضاؤں سے بچایا اور ہم تک پہنچایا۔ ان کے لئے ممنونیت کے جذبات سے دعا گو ہونا چاہیے کہ اللہ پاک اس کی بہترین جزا ان کو عطا فرمائیں۔

☆☆☆☆☆

اب آخر میں اپنے سلسلہ مجدیہ بنوریہ کا شجرہ اور بزرگوں کا مختصر تعارف تحریر کیا جاتا ہے۔

حضرت سیدنا مولانا غلام ربانی رحمۃ اللہ علیہ

نے

درج ذیل شجرہ شریف منظوم فرمایا

احمدؐ و صدیقؓ وسلمانؓ قاسمؒ است و جعفرؒ است

بایزیدؒ و بوالحسنؒ زوبُو علیؒ تاجِ سر است

یوسفؒ است و غجدوانیؒ عارفؒ و محمودؒ ہم

از علی رامیتنیؒ سماسؒ شمسِ خاور است

شاہ کلالؒ است و بہاوءالدینؒ علاوءلدینؒ ولی

خواجہ یعقوبؒ و عبیداللہؒ بہ فضلِ داور است

زاہدؒ و درویشؒ و خواجہ امکنگیؒ باقیؒ بحق

احمدؒ و آدم بنورؒ و شیخ سعدیؒ رہبر است

خواجہ یحییٰؒ است ہم عبدالشکورؒ عبدالرزاقؒ

حضرتِ محمد صفاؒ و فقیر محمدؒ انور است

شمس الدینؒ مولا شدہ جانِ خریدارِ غلامؒ

فیضِ نامت یا خدایا در دُرونم خوشتر است

شمس الدینؒ مولا شدہ جانِ خریدارِ غلامؒ

صوفی مقبول احمد نقشبندی نوکر است

۱۔ حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ

شفیع المذنبین رحمۃ للعالمین محبوب ربّ العالمین حضرت محمد ﷺ کی حدیث ہے:

"اول ما خلق اللہ نوری و کنت نبیا و آدم بین الماء والطّین"

سب سے اول اللہ تعالیٰ نے میرے نور کو پیدا کیا اور میں
پیغمبر تھا اس وقت جب کہ آدم پانی اور مٹی میں تھے

اسمِ گرامی محمد و احمد ﷺ ۔کنیت ابو قاسم ، والد ماجد عبداللہ بن عبدالمطلب بن ہاشم بن مناف ، والدہ ماجدہ آمنہ بنت وہب ۔

ولادت باسعادت مکہ معظّمہ میں ۱۲ ربیع الاول کو ہوئی ۔آپ ؐ کا سن شریف صرف دو ماہ ہی کا تھا کہ آپ کے والد ماجد کا انتقال ہوگیا۔ ۶ برس کے تھے کہ آپ ؐ کی والدہ شریفہ نے انتقال کیا۔ ۸ سال کے ہوئے تو آپ ﷺ کے دادا کا بھی انتقال ہوگیا۔ جب آپ ؐ کا سِن مبارک ۲۵ برس کا ہوا تو خدیجہ الکبریٰ ؓ خود اپنی درخواست سے آپ ؐ کے نکاح میں داخل ہوئیں ۔

۴۰ برس کی عمر میں نبوّت عطا ہوئی۔ سب سے پہلے جوانوں میں حضرت ابوبکر ؓ ایمان لائے۔ عورتوں میں خدیجہ الکبریٰ ؓ ،لڑکوں میں حضرت علی ؓ بعدازاں حضرت ابوبکر ؓ کی ترغیب سے حضرت عثمان ؓ نے اسلام قبول کیا۔

نبوت کے دسویں سال آپ ؐ کے چچا ابوطالب اور حضرت خدیجہ الکبریٰ ؓ کا انتقال ہوا۔ نبوت کے بارھویں سال آپ کو بتاریخ ۲۷ رجب معراج ہوئی ۔۱۳ سال بعد بتاریخ ۱۲ ربیع الاول مدینہ کو ہجرت فرمائی ۔

حدیث میں وارد ہے کہ مسجد نبوی کی تعمیر میں آپ نے ایک پتھر اپنے دست مبارک سے رکھ کر حضرت ابوبکرؓ سے فرمایا کہ اس کے بعد ایک پتھر تم رکھو۔ اور حضرت ابوبکرؓ کے پتھر کے پاس حضرت عمرؓ اور حضرت عمرؓ کے پتھر کے پاس حضرت عثمانؓ سے رکھوایا اور فرمایا ھٰؤلاء الخلفاء من بعدی (یہ لوگ خلیفہ ہوں گے میرے بعد)۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔

ہجرت کے دوسرے سال ماہ رمضان کے روزے فرض ہوئے اور اسی سال آپؐ کو حکمِ جہاد ہوا۔ ۱۲ ربیع الاول ۱۱ سن ہجری دوشنبہ کو دوپہر ڈھلے آپ کا وصال ہوا۔ اللھم صل علی سیدنا محمد و بارک وسلم

۲۔ حضرت امیر المومنین ابوبکر صدیقؓ

اسم گرامی عبداللہ، کنیت ابوبکر، والد کا اسم گرامی عثمان، والدہ کا سلمی۔

آپ کی ولادت باسعادت سال فیل سے دو سال اور کچھ کم چار مہینے کے بعد ہوئی۔ ساتویں پشت میں آپ کا نسب جناب رسول ﷺ سے جاملتا ہے۔ آپکی عمر ۱۸ سال کی تھی کہ پیغمبر خدا ﷺ کی صحبت سے مشرف ہوئے، نوجوانوں میں سب سے پہلے دائرہ اسلام میں داخل ہوئے، تین پشتوں کو صحابیت کا شرف حاصل ہوا۔ انبیاؑ کے بعد تمام دنیا کے انسانوں سے افضل ہیں۔ حضور ﷺ سے غایت درجہ کا عشق تھا۔ گھر، کنبہ، جائیداد اور مال حضور ﷺ پر قربان کر دیا۔ حضور ﷺ نے مرض وفات میں آپؓ کو اپنا جانشین بنا کر اپنے مصلّے پر کھڑا کیا۔ ''خلیفۃ الرسول'' صرف آپؓ کے لیے بولا گیا۔

اسلام لانے سے پہلے چالیس ہزار نقد موجود تھا۔ مسلمانوں کے حکمران کی حیثیت سے انتقال ہوا تو گھر میں اتنا بھی نہ رکھا تھا کہ نیا کفن خرید ا جاسکتا۔ ۶۳ سال

کی عمر میں ۱۱ جمادی الآخر ۱۳ ہجری کو وفات پائی اور حضور ﷺ کے پہلو میں آرام گاہ نصیب ہوئی۔

۳۔ حضرت سلمان فارسیؓ

اسم گرامی سلمانؓ، کنیت ابوعبداللہ، وطن فارس۔

پہلے آتش پرست تھے، پھر عیسائی ہوئے۔ کئی راہبوں کے پاس حق کی تلاش میں سرگرداں رہے۔ آخری راہب نے انہیں حضور ﷺ کے متعلق بتایا۔ چنانچہ ایک قافلے کے ساتھ مدینہ روانہ ہوئے۔ اہلِ قافلہ نے انہیں مدینے کے ایک یہودی کے ہاتھ فروخت کر دیا۔ حضور اقدس ﷺ جب مدینہ تشریف لائے تو حضرت سلمانؓ آپ ؐ کی خدمت میں حاضر ہو کر مسلمان ہوئے اور حضور ﷺ ہی کے ہو رہے۔ امیر المومنین حضرت عمر فاروقؓ نے ان کو اپنے ایّامِ خلافت میں مدائن کا گورنر مقرر کیا اور پانچ ہزار درہم بیت المال سے مقرر کر دیئے۔ مگر آپ تمام روپیہ حاجت مندوں میں تقسیم کر دیتے اور خود کھجور کے پتوں کی چیزیں بنا کر گزر اوقات کرتے تھے۔

آپؓ کے پاس ایک کملی اونٹ کے بالوں کی تھی۔ دن کو اسے اپنے اوپر لپیٹ لیا کرتے اور رات کو اوڑھ لیا کرتے تھے۔ رجب ۳۶ھ شہر مدائن میں وفات پائی۔

۴۔ حضرت قاسم بن محمد بن ابی بکرؓ

اسمِ گرامی قاسم بن محمدؒ۔

علمِ باطن میں آپ کو حضرت سلمان فارسیؓ سے انتساب ہے اور اپنے جد بزرگوار کی نعمت ان سے حاصل کی۔ اپنی پھوپھی حضرت عائشہ صدیقہؓ سے تربیت پائی،

آپ حضرت امام زین العابدینؒ کے خالہ زاد بھائی تھے، آپ کا سن شریف ۷۰ سال ہوا۔ ۱۰۶ھ میں انتقال فرمایا۔

۵۔ حضرت امام جعفر صادقؒ

اسم گرامی جعفر صادقؒ۔

آپ کو علم باطن میں اپنے نانا امام قاسم بن محمد بن ابی بکرؒ اور اپنے دادا امام زین العابدینؒ سے انتساب ہے۔ آپ سادات اہل بیت سے تھے۔ آپ حضرت باقرؒ کے صاحبزادے ہیں۔ تبع تابعین میں سے ہیں، آپ کی والدہ حضرت صدیق اکبرؓ کی نواسی تھیں۔ آپ کی امامت و سیادت پر سب کا اتفاق ہے۔ مدینہ منورہ میں آپ ظاہری اور باطنی علوم کا مرکز تھے۔ بعد ازاں عراق تشریف لے گئے اور وہاں مدت تک قیام فرمایا۔ ۲۵ شوال ۱۴۸ھ کو مدینہ منورہ میں وفات پائی۔

۶۔ حضرت سلطان العارفین بایزید بسطامیؒ

اسم گرامی طیفور بن عیسیٰؒ۔

۱۳۶ھ کو پیدا ہوئے، آپ کو امام جعفر صادقؒ سے انتساب ہے، آپ کے دادا پہلے آتش پرست تھے بعد میں مسلمان ہوئے، ۳۰ سال تک شام کے جنگلوں میں مصروف ریاضت رہے، آپؒ کو ۷ مرتبہ وطن سے نکالا گیا، جس وقت نماز پڑھتے ان کے سینے کی ہڈیوں سے ہیبت حق و تعظیم شریعت سے ایسی زور سے آواز نکلتی کہ لوگوں کو سنائی دیتی۔ آپ کے گھر سے مسجد تک ۴۰ قدم کا فاصلہ تھا۔ مگر بوجہ تعظیم کبھی راہ میں نہیں تھوکا۔ ۱۵ شوال ۲۶۱ھ میں وفات پائی۔

۷۔ حضرت خواجہ ابوالحسن خرقانیؒ

آپ کا اسم گرامی علی بن جعفر اور کنیت ابوالحسن ہے۔

آپ کو تصوف میں بطریق اویسیت حضرت سلطان العارفین بایزید بسطامی سے انتساب ہے، آپ کی ولادت حضرت بایزید بسطامی کی وفات کے بعد ہوئی۔ منقول ہے کہ حضرت بایزید بسطامیؒ جب خرقان سے گزرتے تو فرماتے کہ یہاں سے دوست کی خوشبو آتی ہے۔ منقول ہے کہ چالیس سال تک آپ نے سر تکیے پر نہیں رکھا اور صبح کی نماز عشاء کے وضو سے پڑھی۔

سلطان محمود غزنوی کو آپ سے بڑی عقیدت تھی۔ حکیم بوعلی سینا آپ کی بزرگی اور کرامت کے قائل تھے۔ آپ فرماتے تھے کہ نبی کریم ﷺ کی وراثت کے معنی یہ ہیں کہ ہر فعل میں حضور اقدس ﷺ کی پیروی کی جائے۔ خرقان میں ۱۵ رمضان المبارک ۴۲۵ھ میں رحلت فرمائی۔

۸۔ شیخ ابوعلی فارمدیؒ

شیخ ابوعلیؒ کو تصوف وسلوک میں خواجہ ابوالحسن خرقانی اور شیخ ابوالقاسم گرگانی طوسی سے انتساب ہے۔ حجۃ الاسلام امام غزالیؒ آپ ہی سے بیعت تھے اور آپ ہی کے تربیت یافتہ تھے۔ طوس میں ۴ ربیع الاول ۴۷۷ھ یا ۵۱۱ھ میں وفات پائی۔

۹۔ حضرت خواجہ ابو یوسف ہمدانیؒ

حضرت خواجہ ابو یوسف ہمدانیؒ کو تصوف میں خواجہ فارمدیؒ سے انتساب ہے۔ اسم گرامی یوسف کنیت ابویعقوب ہے۔ خرقہ شیخ عبداللہ چاپنی سے پہنا اور شیخ حسن سمنانی کی صحبت میں بھی حاضر رہے۔ علم حدیث میں قدرت کامل حاصل تھی۔

حضرت سید عبدالقادر جیلانیؒ بھی آپ کی صحبت میں رہے۔ اور خواجہ معین الدین چشتی بھی حاضر رہے ہیں، آپ پانچویں صدی کے مجدّد تھے۔ بغداد، سمرقند، اصفہان، بخارا اور خراسان وغیرہ کے لوگ آپ سے مستفیض ہوئے۔ ۶۰ سال سے زیادہ مسندِ ارشاد پر قائم رہے اور قبولیت عظیم پائی۔ اپنے وقت کے غوث تھے۔ سالہا کوہ آذر میں مقیم رہے اور عادت تھی کہ سوائے جمعہ کے باہر تشریف نہ لاتے تھے۔ ولادت ۴۴۰ھ میں ہوئی اور رجب ۵۳۵ھ میں وفات پائی۔ مزار مبارک مرو میں ہے۔

۱۰۔ خواجہ عبدالخالق غجدوانیؒ

خواجہ عبدالخالق غجدوانیؒ حضرت امام مالکؒ کی اولاد سے ہیں۔ آپ کی والدہ سلطان روم کی نسل سے تھیں۔ آپ کے والد بزرگوار امام کبری عبدالجلیلؒ اولیاء کرام سے تھے اور حضرت خضر کے صحبت دار تھے۔ آپ بدعت سے سخت متنفر تھے اور سنّت کے کمال درجہ متبع تھے، کم بولنے، کم ملنے اور کم کھانے اور کم سونے کی خصوصیت سے وصیّت فرمائی، طریقۂ نقشبندیہ کے آٹھ کلمات: ''ہوش در دم، نظر بر قدم، سفر در وطن، خلوت در انجمن، بازگشت، نگاہ داشت، یادداشت، یاد کرد''۔ آپ ہی کے مقرر کردہ ہیں۔ ۱۲ ربیع الاول ۵۷۵ھ کو وفات پائی۔ آپ کا مبارک مزار غجدوان بخارا کے قریب ہے۔

۱۱۔ حضرت خواجہ محمد عارف ریوگریؒ

حضرت خواجہ محمد عارف ریوگریؒ حضرت خواجہ عبدالخالق غجدوانیؒ کے خلفاء میں سے تھے۔ تاحیات ان کی خدمت میں حاضر رہے اور فائدہ باطنی حاصل کیا۔ علم و عمل، زہد وتقوی، ریاضت وعبادت، متابعت سنّت میں شان عالی رکھتے تھے۔

تصوف میں عارف نامہ آپ کا رسالہ موسی زئی شریف (ڈیرہ غازی خان) میں موجود ہے۔ آپ کی وفات یکم شوال ۶۱۶ھ میں ہوئی۔ جائے پیدائش اور جائے مدفن قصبہ ریوگر ہے جو شہر بخارا سے اٹھارہ میل کے فاصلے پر ہے۔

۱۲۔ حضرت خواجہ محمود انجیر فغنویؒ

حضرت خواجہ محمودؒ حضرت خواجہ عارف ریوگریؒ کے افضل و اکبر خلفاء میں سے ہیں۔ جب خواجہ عارفؒ کا آخری وقت آیا تو آپ نے ان کو اپنا خلیفہ بنایا اور دعوتِ خلق کی اجازت دی، آپ کی جائے ولادت قصبہ انجیری فغنی میں ہوئی جو متصل بخارا واقع ہے۔ آپ نے مقتضائے مصلحت ذکر جہر تعلیم کیا، آپ پہلے شخص تھے جنہوں نے اس سلسلے میں ذکر جہر شروع کیا ورنہ خواجہ عبدالخالقؒ اور خواجہ عارفؒ ذکر جہر نہ کرتے تھے۔ لیکن حضرت سید امیر کلالؒ سے جب حضرت خواجہ بہاؤالدین بیعت ہوئے تو علمائے بخارا کو آپ نے حضرت سید امیر کلالؒ سے رجوع کرایا اور جب علماء نے ذکر جہر کو بدعت قرار دیا تو اس کے بعد ذکر خفی کی تعلیم ہونے لگی، آپ نے ربیع الاول ۷۱۵ھ میں وفات پائی۔

۱۳۔ حضرت خواجہ علی رامیتنیؒ

حضرت خواجہ علی رامیتنیؒ حضرت خواجہ محمود انجیر فغنویؒ کے خلیفہ تھے۔ جب ان کا وقت قریب پہنچا تو انہوں نے حضرت علی رامیتنی کو خلافت سپرد کی۔ آپ حضرت خضر علیہ السلام کے صحبت دار تھے اور ان ہی کے اشارے سے خواجہ محمودؒ کے مرید ہوئے تھے۔

آپ قصبہ رامتین میں پیدا ہوئے جو بخارا سے دو کوس کے فاصلے پر ہے۔

آخری عمر بخارا اور پھر خوارزم میں آگئے۔ اہل طریقت آپ کو حضرت عزیزان کہتے ہیں۔ حضرت عزیزان نساجی کیا کرتے تھے، آپ سے کسی نے دریافت کیا ایمان کیسے کہتے ہیں؟ آپ نے اپنے پیشہ کی مناسبت سے فرمایا ''کندن و پیوستن'' توڑنا جوڑنا یعنی خلق سے توڑنا اور خالق سے جوڑنا۔ فرمایا اگر خواجہ عبدالخالقؒ کا کوئی فرزند ہوتا تو منصور حلاج سولی سے بچ جاتے۔ فرمایا اللہ تعالیٰ سے محبت رکھو، اور اگر ممکن نہ ہو تو ایسے کے ساتھ محبت رکھو جو اللہ کے ساتھ محبت رکھتا ہو۔

آپ نے ۲۸ ذیقعدہ ۷۱۵ھ میں انتقال کیا اور ۱۳۰ سال کی عمر پائی۔ آپ کا مدفن خوارزم میں ہے۔

۱۴۔ حضرت خواجہ محمد بابا سماسیؒ

حضرت خواجہ علی رامیتنیؒ کے خلفاء تھے، جب ان کا آخر وقت پہنچا تو آپ نے اپنے اصحاب میں حضرت بابا کو اپنا خلیفہ مقرر کیا اور فرمایا کہ انکی ملازمت و متابعت کرو۔ استغراق و بیخودی آپ کو بدرجہء غایت تھی۔ سماس میں آپ کا ایک باغ تھا۔ گاہے گاہے آپ اسکی تاک کے شاخ کاٹا کرتے تھے اور شاخ کاٹتے کاٹتے بے خود ہو جاتے تھے اور وہ اندازے سے زیادہ کٹ جاتی تھی۔ آپ قصبہ سماس میں پیدا ہوئے جو بخارا سے ۹ میل دور ہے۔ حضرت شاہ نقشبندؒ کو آپ نے اپنا بیٹا بنالیا تھا اور فرماتے تھے کہ یہ بیٹا عنقریب مقتدا ہوگا۔ ۱۰ جمادی الآخر ۷۵۵ھ کو سماس میں وفات پائی۔

۱۵۔ حضرت سید امیر کلالؒ

حضرت سید امیر کلالؒ اجل خلفاء حضرت خواجہ محمد بابا سماسیؒ سے ہیں۔ آپ

سید صحیح نسب تھے۔ حضرت امیر کلالؒ کو جوانی میں کُشتی کا بہت شوق تھا ایک روز حضرت بابا سماسیؒ کا گزران کے اکھاڑے سے ہوا آپ وہاں ٹھہر گئے اور فرمایا اس معرکہ میں ایک مرد ہے جس سے بندگانِ خدا کو فیض پہنچے گا۔ میں اسی کے شکار میں کھڑا ہوں۔ اسی اثناء میں آپ نے سید امیر کلالؒ کو دیکھا جو بہت متاثر ہوئے چنانچہ فی الفور معرکہ کشتی چھوڑ کر حضرت خواجہ کے ہمراہ ہو لیے۔ آپ حضرت بابا کی خدمت میں ۲۰ برس رہے آپ کی وفات صبح کی نماز کے وقت بروز پنج شنبہ بتاریخ ۸ جمادی الاول ۲۷۷ھ ہجری میں ہوئی۔

۱۶۔ حضرت خواجہ سید بہاؤالدین نقشبندؒ

حضرت خواجہ بہاؤالدین نقشبندؒ کا انتساب بحسب ظاہر حضرت امیر کلالؒ سے ہے اور فی الحقیقت آپ حضرت خواجہ عبدالخالق غجدوانیؒ کے اویسی ہیں اور ان کی روح پاک سے تربیت پائی۔ آپ کی ولادتِ باسعادت ماہ محرم ۷۱۸ھ کو قصرِ ہندوان میں ہوئی۔ چھوٹی عمر ہی سے آثارِ ولایت و انوارِ کرامت پیشانی مبارک سے ظاہر تھے۔ حضرت خواجہ بابا سماسیؒ نے آپ کی پیدائش سے پہلے ہی آپ کی علو شانی کی بشارت دی تھی اور جب قصرِ ہندوان پر گزر ہوتا فرمایا کرتے کہ قصرِ ہندوان، قصرِ عارفان ہو۔ اس جگہ سے ایک مرد کی بو آتی ہے۔ چنانچہ آپ کی ولادت کے تین دن بعد آپ کو حضرت خواجہ محمد سماسیؒ کے پاس لے گئے۔ انہوں نے آپ کو اپنا بیٹا بنا لیا۔ اپنے جلیل القدر خلیفہ حضرت امیر کلالؒ کے سپرد کر کے فرمایا کہ میں تم کو معاف نہیں کروں گا اگر تم نے ان کی تربیت میں دریغ کیا۔

نقل ہے کہ جب حضرت خواجہؒ دوسری مرتبہ حج کو جانے لگے تو صرف مولانا

زین العابدین قدس سرہ سے ملاقات کے واسطے ہرات گئے اور تین روز تک ان سے صحبت گرم رہی۔ ایک روز بعد نماز صبح مولانا نے حضرت خواجہ سے کہا۔ ’’برائے ما ہم اے خواجہ نقشبند‘‘۔ یعنی اے خواجہؒ ہماری طرف بھی توجہ فرمائیے۔ حضرت خواجہؒ نے تواضع کے طور پر فرمایا ’’آمدیم تا نقش بریم یعنی ہم تو توجہ لینے آئے تھے‘‘۔ غالباً اسی روز سے حضرت کا لقب ’’نقشبند‘‘ ہوا آپ طریقہء نقشبندیہ کے امام ہیں۔

حضرت خواجہؒ کی کرامات بے شمار ہیں۔ نقل ہے کہ ایک مرتبہ کسی نے آپؒ سے کرامت طلب کی، فرمایا کرامت ظاہر ہے کہ باوجود اس قدر گناہوں کے زمین پر چلتا ہوں اور دھنس نہیں جاتا۔

نقل ہے کہ جب حضرت خواجہؒ زیارت بیت اللہ کو گئے۔ حاجیوں نے روز عید قربانی کی۔ فرمایا ہم بھی قربانی کرتے ہیں۔ ایک لڑکا ہے اسی کو قربان کیا۔ بخارا واپسی پر معلوم ہوا روزِ عیدِ قرباں آپ کے لڑکے کا انتقال ہو گیا تھا۔

آپ نے تہتر برس کی عمر میں بتاریخ ۳ ربیع الاول ۷۹۱ھ بروز دوشنبہ انتقال فرمایا۔

۱۷۔ حضرت خواجہ علاؤ الدینؒ

حضرت خواجہ علاؤ الدینؒ، حضرت خواجہ نقشبندؒ کے خلیفہء اوّل نائب مطلق اور داماد تھے۔ علم شریعت میں کامل تھے اور اتباعِ سنّت پر ایک خاص شان رکھتے تھے آپ کی وفات ۲۰ ربیع الاول ۸۰۲ھ میں ہوئی۔ مزار مبارک موضع جفانیاں میں ہے۔ آپ کی وفات کے بعد آپ کے ایک مرید نے خواب میں دیکھا کہ آپ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے مجھ پر انواع کی مہربانیاں فرمائی ہیں۔ جملہ ازاں ایک یہ ہے کہ جو کوئی

چالیس فرسنگ میری قبر کے گرد دفن ہوگا وہ بخشا جائے گا۔

۱۸۔ حضرت خواجہ یعقوب چرخیؒ

حضرت خواجہ یعقوب چرخیؒ کو اگرچہ اجازت حضرت خواجہ نقشبندؒ سے ہوئی لیکن چونکہ آپ کی تکمیل حضرت خواجہ علاؤالدین عطار سے ہوئی اس سبب سے ان ہی کے خلیفہ میں شمار کئے جاتے ہیں۔ آپ صاحب تصانیف اور تفاسیر گزرے ہیں۔ ۵ صفر ۸۷۱ھ میں انتقال فرمایا اور بمقام بلغنو ر دفن ہوئے۔

۱۹۔ حضرت مولانا عبیداللہ احرارؒ

آپ کی ولادت رمضان المبارک ۸۰۶ھ میں یاغستان تاشقند میں ہوئی۔ آپ کے جدامجد خواجہ شہاب الدینؒ نے جو قطب وقت تھے۔ دمِ آخر انہیں اپنے پاس بلایا۔ آپ اس وقت بہت کم سن تھے۔ جب ان کے پاس گئے تو وہ انہیں دیکھ کر تعظیم کو اٹھ کھڑے ہوئے اور گود میں لے لیا۔ پھر فرمایا کہ اس فرزند کے بارے میں مجھ کو بشارت نبویؐ ہے کہ یہ پیرِ عالمگیر ہوگا اور اس سے طریقت و شریعت کو روشنی ہوگی۔ آپ کو نسبتِ باطنی خواجہ یعقب چرخیؒ سے ہے۔ آپ اس صدی کے مجدّد تھے۔ کاشتکاری آپ کا پیشہ تھا۔ مولانا جامیؒ آپ کے خلفاء میں سے ہیں۔ آپ بھی اس طریقۂ نقشبند کے اماموں میں سے ہیں۔ آپ کے پاس دنیاوی اسباب و سامان بہت تھا۔ چنانچہ آپ کے گھوڑوں کے باندھنے کی میخیں سونے چاندی کی تھیں، لیکن آپ کو ان سے مطلق تعلق نہیں تھا، چنانچہ آپ فرماتے تھے کہ میخیں مٹی میں گاڑی جاتی ہیں نہ کہ عارف کے دل میں۔ آپ نے ربیع الاول ۸۹۵ھ میں وفات پائی۔ مزار مبارک

سمرقند میں ہے۔

۲۰۔ حضرت مولانا محمد زاہدؒ

حضرت مولانا محمد زاہدؒ کا انتساب حضرت خواجہ عبداللہ احرارؒ سے ہے۔ آپ مولانا یعقوب چرخیؒ کے نواسے تھے، اور ان کے کسی خلیفہ سے ذکر و تعلیم حاصل کر کے گوشہ اختیار کیا اور مشغول ریاضت و مجاہد ہوئے۔ بعد ازاں حضرت خواجہ احرارؒ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ آپ کی وفات ربیع الاول ۹۳۶ھ میں ہوئی۔ مزار مبارک حصار میں ہے۔

۲۱۔ حضرت مولانا محمد درویشؒ

حضرت مولانا محمد درویشؒ مولانا زاہد کے بھانجے اور خلیفہ ہیں، انہیں اپنے ماموں سے انتساب تھا۔ ورع۔ تقوٰی اور تحمل میں شانِ عظیم رکھتے تھے، درس قرآن مجید فرمایا کرتے تھے۔ آپ کی وفات محرم ۹۷۰ھ میں ہوئی۔ مزار مبارک اصفراز میں ہے۔

۲۲۔ حضرت خواجہ محمد امکنگیؒ

آپ حضرت مولانا درویشؒ کے صاحبزادے اور خلیفہ ہیں اور آپ کو اپنے والد بزرگوار سے انتساب ہے اور ان ہی کی تربیت سے مقام تکمیل وارشاد کو پہنچے۔ ۳۰ سال تک اپنے والد کی مسند پر رہے۔ باوجودیکہ آپ عمر رسیدہ تھے اور آپ کے ہاتھ کانپتے تھے، لیکن مہمانوں کے واسطے خود کھانا لاتے تھے۔ بلکہ بعض اوقات مہمانوں کے خادم اور سواریوں کی بھی خود خبر گیری کیا کرتے تھے۔ سلسلہ نقشبندیہ کے بزرگ ترین اور قابل تقلید یادگار تھے۔ آپ ۹۱۸ھ میں پیدا ہوئے اور ۱۰۰۸ھ میں رحلت

فرمائی۔ مزار مبارک قصبہ امکنگ میں ہے۔

۲۳۔ حضرت خواجہ محمد باقیؒ

حضرت خواجہ محمد باقیؒ عرف باقی باللہ کو حضرت خواجہ امکنگیؒ سے انتساب ہے۔ آپ کا وطن سمرقند ہے۔ ولادت کابل میں ہوئی۔ آپ اس طریقے کے پہلے بزرگ ہیں، جو ہندوستان تشریف لائے، کچھ دن لاہور رہنے کے بعد دہلی میں قیام کیا۔ بڑے بڑے مشائخ ان کی صحبت سے فیض یاب ہوئے، ۴۰ سال کی عمر میں روز شنبہ ۲۵ جمادی الثانی ۱۰۱۲ھ کو وفات پائی۔ مزار مبارک دہلی میں ہے۔ آپ فرمایا کرتے تھے کہ ہمارے طریقے کا مدار تین باتوں پر ہے۔ اول اہل سنت والجماعت پر جمار ہنا، دوئم آگاہی اور سوئم عبادت۔

۲۴۔ حضرت امام ربّانی مجدّد الف ثانی شیخ احمد سرہندیؒ

آپ کو حضرت باقی باللہ سے انتساب ہے۔ آپ کی ولادت ۱۴ شوال یومِ جمعہ بوقت نصف شب ۹۷۱ھ کو بمقام سرہند ہوئی، آپ کا نسب حضرت عمر فاروقؓ سے ملتا ہے۔ قرآن حفظ کرنے کے بعد اپنے والد ماجد اور دیگر علماء سرہند سے علوم ظاہر کی تکمیل کی، زیادہ حصّہ علم کا اپنے والد بزرگوار سے پڑھا۔ حدیث کی کتابیں شیخ یعقوب سے پڑھیں اور سلسلہ قادریہ، چشتیہ، سہروردیہ، کبرویہ کی اجازت والد صاحب سے حاصل کی۔ نیز قادریہ سلسلہ کی نسبت حضرت سیّد شیخ عبدالقادر جیلانیؒ کا خرقہ بالواسطہ شاہ کمال کیتھلیؒ اور حضرت شاہ سکندر کیتھلیؒ سے حاصل کیا، ۱۷ سال کی عمر میں تحصیل علم سے فارغ ہوکر آپ درس وتدریس میں مشغول ہوئے۔ طلباء کو نہایت سعی اور کوشش سے پڑھایا کرتے تھے۔ والد کی وفات کے بعد آپ خواجہ محمد باقیؒ بیعت ہوئے آپ کی

کرامات بے شمار ہیں، آپ گیارھویں صدی کے مجدد تھے۔ جہانگیر نے سجدہ تعظیمی کے انکار پر آپ کو گوالیار میں قید کر دیا۔ لیکن بعد میں خواب میں تنبیہ ہونے پر رہا کر دیا اور آپ کا مرید ہوا۔ ۲۸ صفر ۱۰۳۴ھ میں وفات پائی، مزار مبارک سرہند (ہندوستان) میں ہے۔

۲۵۔ حضرت خواجہ آدم بنوریؒ

خواجہ آدم بنوریؒ حضرت خواجہ مجدد الف ثانیؒ کے خلیفہ ہیں۔ آپ سیّد حسینی ہیں۔ آپ کی طعام گاہ میں ایک ہزار طلباء کھانا کھاتے تھے۔ شاہ جہاں کو خدشہ پیدا ہوا کہ آپ عوام میں مقبول ہو رہے ہیں، کہیں سلطنت پر قبضہ نہ کرلیں۔ جب اس بدگمانی کا علم ہوا تو آپ مدینہ منورہ تشریف لے گئے اور وہیں انتقال فرمایا۔ آپ کا مزار مبارک امیر المومنین حضرت عثمان غنیؓ کے روضہ کے قریب ہے۔

۲۶۔ حضرت شیخ سعدیؒ

آپ حضرت خواجہ آدم بنوریؒ کے خلیفہ ہیں آپ مادرزاد ولی تھے۔ ان کے فیض سے کئی ملکوں کو فائدہ پہنچا ہے۔ انہوں نے اپنے وقت میں لوگوں کی اصلاح کے لیے جان و مال کی قربانی کی، ہزاروں لوگوں نے ان سے فیض حاصل کیا۔

۲۷۔ حضرت خواجہ یحییٰؒ

آپ حضرت شیخ سعدیؒ کے خلیفہ ہیں۔ آپ اٹک ضلع پشاور کے رہنے والے تھے۔ آپ کامل ولی گزرے ہیں، آپ کے متعلق مشہور ہے کہ بادشاہ وقت نے آپ سے کہا کہ ہم دریا میں قلعہ کا ایک بازو بنانا چاہتے ہیں۔ خواجہ یحییٰ نے فرمایا اے

دریا پیچھے ہٹ جا۔ دریا فوراً پیچھے ہٹ گیا اور جب قلعہ کا باز و تعمیر ہو گیا تو فرمایا ''آ ٹھیک'' (یعنی آرام سے) تو اباسین دریا حسب معمول جاری ہو گیا جو آج تک ہمارے لیے زندہ مثال ہے۔ یہ قلعہ آج بھی موجود ہے اور آپ کا مزار مبارک بھی وہیں ہے۔

۲۸۔ حضرت عبدالشکورؒ

آپ نوشہرہ کے رہنے والے تھے اور ایک بہت کامل ولی گزرے ہیں۔ آپ کی فیوضات کابل، قندھار، لنڈی کوتل اور ہزارہ کی طرف پھیلی ہوئی تھیں۔ غرضیکہ ہزاروں لوگوں نے آپ سے فیض حاصل کیا۔ آپ کا مزار مبارک پشاور میں ہے۔

۲۹۔ حضرت عبدالرزّاقؒ

آپ حضرت عبدالشکورؒ کے خلیفہ ہی۔ آپ ہشت نگر علاقہ پشاور کے رہنے والے تھے۔ حضرت محمد صفاؒ آپ کے خلیفہ ہوئے۔ آپ اپنے وقت کے بہت بڑے مجدّد گزرے ہیں۔

۳۰۔ حضرت محمد صفاؒ

آپ ہشت نگر پشاور کے رہنے والے تھے۔ کامل بزرگ گزرے ہیں ۔ بہت سے لوگ آپ سے فیض یاب ہوئے۔

۳۱۔ حضرت فقیر محمدؒ

آپ علاقہ ہشت نگر پشاور کے رہنے والے تھے وہاں سے ہجرت کر کے مظفر آباد (کشمیر) میں اقامت اختیار کی۔ آپ کے فیض سے بہت سے لوگ مستفیض

ہوئے۔ آپ کے خلیفہ خاص حضرت سیّد شمس الدّینؒ تھے جو مجدّد وقت ہوئے۔

۳۲۔ حضرت خواجہ شمس الدّینؒ

آپ علاقہ سید پور ضلع مظفر گڑھ (کشمیر) کے رہنے والے تھے۔ آپ نے حضرت فقیر محمدؒ ہشت نگری سے خلافت خصوصی حاصل کی۔ مجدّد وقت ہوئے آپ کا مزار سید پور ضلع مظفر آباد (کشمیر) میں ہے۔

۳۳۔ حضرت مولانا غلام ربّانیؒ

آپ ککڑ شنگ ضلع بٹگرام مانسہرہ ہزارہ میں رہائش پذیر تھے۔ آپ حضرت سیّد شمس الدّینؒ سے فیض یاب ہوئے اور ان کے خلیفہ خصوصی تھے۔ آپ اپنے پیر و مرشد کی خدمت میں ککڑ شنگ سے سید پور تک تین دن کی مسافت کا دشوار گزار راستہ پیدل طے کر کے حاضر ہوتے تھے۔ آپ کے مرید ہزارہ، اگرور، راولپنڈی، لاہور اور فیصل آباد میں ہیں۔ آپ بہت سی کتابوں کے مصنّف بھی ہیں۔ آپ کا وصال ۲۶ ذی الحجہ ۱۴۱۷ھ بمطابق ۴ مئی ۱۹۹۷ء کو ۱ بج کر ۴۷ منٹ پر بعد ظہر راولپنڈی میں ہوا۔ آپ کا مزار اقدس کان بفہ ککڑ شنگ بٹ گرام میں ہے۔

۳۴۔ صوفی مقبول احمد نقشبندی مدظلہ العالی

آپ الفلاح ٹاؤن بیدیاں روڈ لاہور چھاؤنی کے رہنے والے ہیں۔ ۱۹۷۴ء میں اس سلسلہ نقشبند میں داخل ہوئے اور ۱۹۷۶ء میں اجازت سے نوازے گئے اور بعد میں ماذون بنا دیے گئے اور ان کو محترم حضرت جی مولانا غلام ربّانیؒ کی طرف سے سلسلہ قادریہ میں بھی اجازت ہے ان کے تعلق والے لاہور، کراچی، گوجرانوالہ، وزیر آباد، چکوال، بورے والا، ملتان، اوکاڑہ، سکھر اور بیرون ممالک میں ہیں۔ حضرت جی مولانا

غلام ربّانیؒ کے بتائے ہوئے طریقے کے مطابق سلسلہ کی خدمت میں مشغول ہیں۔

ضمیمہ نمبر۔۱

قربِ الٰہی کے آسان راستے

حضرت جی صوفی مقبول احمد نقشبندی مدظلہ

بسمِ اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم اما بعد

اس زمانے کی مادی فضاؤں کے غلبہ سے عمومی طور پر یہ سمجھا جاتا ہے کہ اللہ پاک کا قرب حاصل کرنا ایک عام انسان کے بس میں نہیں۔ حالانکہ اللہ رب العزت نے اس زمانہ کے انسانوں کے ضعف و کم ہمتی کی وجہ سے بہت ہی آسانی فرما رکھی ہے۔ پہلے زمانہ کے لوگ بہت ہمت والے اور بڑی قوی استعداد والے تھے، اس لئے بڑے سخت مجاہدے کر لیتے تھے۔ ان کے مجاہدوں کے حالات پڑھ کر عمومی طور پر یہ خیال آجاتا ہے کہ اب ہمارے بس کی بات نہیں۔ یہ خیال صحیح نہیں۔ تجربہ اور مشاہدہ بتلا رہا ہے کہ الحمدللہ اس زمانہ میں اللہ پاک تھوڑے تھوڑے مجاہدہ پر ہی خوب نواز رہے ہیں لیکن شرط اخلاص ہے اور طرز کا صحیح ہونا ضروری ہے۔ اس کیلئے نیک صحبت کی بہت زیادہ ضرورت ہے۔

سب سے پہلے قرب الٰہی کا مقصود سمجھنے کی ضرورت ہے۔ کیونکہ اللہ سے دور تو کوئی ہے نہیں، وہ ذات تو ہماری شہ رگ سے بھی قریب ہے جیسا کہ اللہ پاک نے خود قرآن پاک میں فرمایا ہے۔ **نحن اقرب الیہ من حبل الورید** جس کا مفہوم ہے کہ ہم شہ رگ سے بھی زیادہ قریب ہیں۔ یہاں قریب سے مراد یعنی کائنات کا کوئی ذرہ بھی اللہ کے علم سے باہر نہیں، اس کی قدرت سے باہر نہیں۔ پوری کی پوری کائنات کی ہر چیز اللہ پاک کو معلوم ہے اور ہر چیز اس کے قبضہ قدرت میں ہے۔ یہ قرب وجوبی ہے جو ہر ایک کے ساتھ ہے کائنات کے ہر ذرہ کے ساتھ ہے۔

جب اللہ پاک کے تقرب کا ذکر ہوگا تو اس سے قرب امکانی مراد ہے جو اللہ

رب العزت کی رضا کے قریب ہونا ہے اس کی خوشنودی کے قریب ہونا ہے جو اللہ کی اطاعت کے ساتھ ہی ممکن ہے۔اس کی نافرمانی چھوڑنے سے ہی ممکن ہوسکتا ہے۔ اللہ پاک کی نافرمانی کے ساتھ اللہ کے قریب ہرگز ہرگز نہیں ہوسکتے جب تک توبہ کر کے اس کی نافرمانی کو چھوڑا نہ جائے اس کا تقرب حاصل نہیں ہوسکتا۔

اللہ پاک کی اطاعت کیا ہے؟ اس کی نافرمانی کیا ہے؟ اس کا معیار شریعت مطہرہ ہی ہے جو جناب رسول اللہ ﷺ کے ذریعہ ہمیں عطا کی گئی۔ جس پر عمل کرنا ہر مسلمان کیلئے لازمی ہے۔ اللہ رب العزت ہم سب کو اس پر پوری طرح عمل کرنے والا بنادے۔ آمین

ضمیمہ نمبر۔۲

اہم عریضہ بخدمت ماذونین و مجازین کرام

حضرت جی صوفی مقبول احمد نقشبندی مدظلہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

محترمین ومکرمین وفقنا اللہ وایاکم لما یحب ویرضی

السلام علیکم ورحمتہ اللہ وبرکاتہ

چند باتیں مذاکرہ کے لئے عرض کررہا ہوں ، گو پہلے سے معلوم ہی ہونگی ،مگر مذاکرہ سے ایمان والوں کو نفع ہی ہوتا ہے اللہ العزت ہم سب کو ایمانی ، ایقانی ، احسانی زندگی پر محض اپنے خصوصی فضل واحسان سے استقامت کے ساتھ موت تک چلتے رہنے کی توفیق عظمی سے نوازدیں اور نفس وشیطان کے مکروں سے بچائے رکھیں۔

یہ اللہ العزت کا بہت ہی بڑا احسان ہے کے اس نے بلا استحقاق اس سلسلہ نقشبندیہ مجددیہ بنوریہ سید پوریہ ربانیہ سے منسلک فرما کر ظاہری باطنی اصلاح کا موقع عطا فرمادیا۔مزید احسان عظیم فرمایا کے اسی سلسلتہ الذھب کی اشاعت وترویج کے لئے استعداد سے نوازا۔ اللہ اس کی قدردانی کی بھی توفیق عطا فرمائیں۔

اصلاح باطن کے لئے اس سلسلہ کی خصوصیت یہ ہے کہ اس میں اخفاء سے ہی سب کام ہو جاتے ھیں۔اسی لئے ذکر خفی وذکر قلبی ہی اس سلسلہ کی پہچان ہے۔دیگر سلاسل میں بھی ذکر قلبی انتہا میں تلقین کیا جاتا ہے جبکہ اس سلسلہ نقشبند میں ابتدا ہی اسی سے کی جاتی ھے۔ اس زمانے کی مشغول فضاؤں میں یہ مختصر سا طریقہ اللہ العزت کی بہت بڑی نعمت ہے۔

سب اکابر کا اس پر اتفاق ہی رہا کہ کیفیات کبھی بھی مقصود نہیں سمجھی گئیں۔شریعت مطہرہ پر استقامت سے چلنا ہی مقصود اصلی رہا۔اس لئے ہماری کوشش بھی یہی ہونی چاہئے کہ کیفیات اور واردات قلبی کو اتنی اہمیت نہ دیں اور نہ ہی مقصود سمجھیں۔اگر ان واردات و

کیفیات سے شوق بڑھ جائے اور شریعت مطہرہ پر چلنے کی استعداد میں اضافہ ہو جائے تو بھی محمود ہی کہلائیں گی مقصود نہیں۔ اس لئے سب واردات و کیفیات کو شریعت مطہرہ پر ہی پرکھیں اور شریعت مطہرہ کے تابع ہی رکھیں۔ اسی میں حفاظت بھی ہے اور نجات بھی۔ اس پر مداومت سے شیطان کے دخل کا راستہ بند ہو جاتا ہے۔ یہ کیفیات اور واردات، چونکہ غیر اختیاری ہیں، اس لئے ان کے نہ ہونے کی تشویش بھی نہ ہونی چاہئے اور نہ ہی انکا انتظار ہو۔ کیونکہ مقصود ہرگز ہرگز نہیں۔ اسی لئے ان واردات اور کیفیات کو مخفی رکھنا بھی ضروری ہے، ہر ایک سے انکا تذکرہ نہیں کرنا چاہئے۔ صرف اپنے مربّی شیخ سے تذکرہ اپنی اصلاح کی نیت سے کرنا چاہئے۔ نہ کے اپنی بڑائی یا بزرگی یا کمال سمجھتے ہوئے۔

کئی احباب کو زندگی بھر کوئی کیفیت محسوس نہیں ہوئی، مگر استقامت سے شریعت مطہرہ پر عمل کرتے ہوئے واصل بحق ہو گئے۔ بعض اوقات کیفیات اور واردات تو خوب ہوتی ہیں، لیکن اتباع سنت اور اتباع شریعت پر آمادگی نہیں ہوتی، بلکہ معصیت کی رغبت بڑھتی ہے، جو استدراج کی علامت ہے۔ اللہ العزت ہم سب کی حفاظت فرمائیں۔ غلطی ہونے پر توبہ میں دیر نہیں کرنی چاہئے۔ جب تک رو گڑگڑا کر معافی مانگ کر تلافی نہ ہو جائے چین نہ آنا چاہئے۔

خود پسندی و عجب سے سے بھی اپنے کو بچانے کی کوشش کرنی ہے، کیونکہ اس سے تنزل شروع ہو جاتا ہے۔ کمال اپنے آپ کو ناقص سمجھنے میں ہی ہے۔ اصل عبدیت ہے جس میں اپنی عاجزی انکساری پر نظر رہتی ہے۔ اپنا کوئی کمال نظر نہیں آتا۔ بے نفسی میں نفس نہیں ابھرتا۔ ہمارے اسلاف اکابر کا یہی طریق رہا ہے۔ شریعت مطہرہ پر استقامت کے ساتھ پابندی اور خوارق، کیفیات، واردات کا اخفاء۔

اپنے حضرت جی رحمتہ اللہ علیہ کو کبھی بھی ایسا تذکرہ کرتے نہیں سنا۔ ہمارے حاجی عبدالمجید رحمتہ اللہ علیہ کے متعلق حضرت جی رحمتہ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ وہ اللہ پاک سے کشفی کلام کرتے ہیں، مگر حاجی صاحب سے کبھی بھی اس کا کوئی تذکرہ نہیں سنا۔ بس سادہ زندگی اتباع سنت اور شریعت مطہرہ کی پابندی ہی انکا شعار رہا۔ حسن خاتمہ کی اتنی فکر غالب تھی کی ہروقت ڈرتے ہی رہتے تھے۔

مقتدا کے لئے یہ بھی ضروری ہے کہ اپنے ہر عمل وقول میں احتیاط سے کام لے۔ اسکے دل میں وسعت ہونی چاہئے اور ہر ایک کی خیر خواہی کا جذبہ۔ اس لئے دوسروں کی دلآزاری سے بچنے کی ہر ممکن کوشش ہو۔ دین کے تمام شعبوں کی قدردانی ہمارے دل کی گہرائی میں ہونی چاہئے۔ یہ سب شعبے ایک دوسرے کے معاون ہیں نہ کے مقابل۔ اس لئے ہم کسی بھی دینے شعبے کے ساتھ تقابل نہ کریں۔ تنقید، تنقیص، تردید اور تقابل سے اپنے آپ کو بچائیں۔ گو آج تقریباً اکثر شعبوں میں کچھ نہ کچھ خامیاں آچکی ہیں اور ان خامیوں کے ازالہ کی کوشش بھی اکابر فرماہی رہے ہیں۔ اس لئے ہم دعاؤں کے ذریعے ان کی معاونت کریں نہ کہ تنقید کے ذریعے ان کی دل شکنی۔

اس طریق کے ذریعہ چونکہ تزکیہ نفس کی سعی ہو رہی ہے، جو کہ ہر شعبے کر ضرورت ہے۔ اس لئے مقتدا کے لئے ضروری ہے۔ ہماری نجی مجلسوں میں بھی کسی شعبہ کی حقارت آمیز باتوں سے بچنا چاہئے۔ اللہ العزت رحم فرمائیں آج کی فضاؤں میں ایک طرف وابستگی ہونے پر دوسروں کو غلط کہنا عام ہو گیا ہے، اس سے بھی بچنے کی ضرورت ہے۔ ہمارے دل میں سب کو اپنے ساتھ لینے کا جذبہ ہونا چاہئے۔ ہر ایک میں خامیاں بھی ہیں اور خوبیاں بھی۔ ہمیں دوسروں میں خوبیاں تلاش کرنی ہیں اور اپنے میں خامیاں۔ اس سے ہماری اپنی اصلاح

میں مدد ملے گی۔

اپنا محاسبہ بہت ہی ضروری ہے ۔اس سے غفلت نہیں کرنی چاہئے ۔اللہ العزت سے مناجات اور استغفار کی کثرت ضروری سمجھیں ۔ جب اپنے عیوب پر نظر پڑے گی تو دوسروں کی برائیاں دیکھنے کی فرصت ہی نہیں رہے گی۔

یہ بات دل کی گہرائی میں اتارنی ہے کہ صرف ماذون یا مجاز بن جانے سے نجات نہیں ہوگی ۔نجات کا مدار تو شریعت مطہرہ پر پابندی ہی ہے۔اپنے انفرادی اعمال میں اہتمام کرتے ہوئے ان میں کمال پیدا کرنے کوشش مسلسل جاری رکھنی ہے۔اللہ العزت ہم سب کو حسن خاتمہ کی فکر نصیب فرما کر سعی بلیغ کی توفیق عطا فرمادیں۔اللہ العزت کا شکر ہے اپنی مقدور بھر کوشش کرتا رہتا ہوں اور اپنی اصلاح سے غافل نہیں ہوں۔میرے لئے بھی دعا فرمادیں کہ اللہ العزت موت سے قبل ظاہری و باطنی کامل اصلاح فرما کر خاتمہ ایمان پر فرمائیں۔

فقط والسلام۔بندہ مقبول احمد عفّی عنہ

ضمیمہ نمبر ۳

منتخب مضامین از

تسہیلِ قصد السبیل

مصنف : حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانویؒ

تسہیل : مفتی محمد شفیع صاحبؒ

تصوف وطریقت جو درحقیقت شریعت ہی پر مکمل عمل کرنے کا دوسرا نام ہے، اس میں ایک زمانہ دراز سے کچھ ایسا اختلاط و التباس پیش آ رہا تھا کہ بہت سے ناواقف لوگ کچھ بزرگوں کی رسوم و عادات کو اور بہت سے ان کی غیر اختیاری کیفیات اور وجدی حالات ہی کو تصوف سمجھ بیٹھے تھے۔ مقصود و غیر مقصود میں امتیاز نہ رہنے سے بعض لوگ تو اس طریق کو نہایت دشوار نا قابل عمل سمجھ کر مایوس ہونے لگے اور بعض لوگ خلاف شرع امور کے ارتکاب اور غیر شرعی عادات و اخلاق کے باوجود کچھ حالات اور اچھے خواب دیکھ کر نفس کی اصلاح اور اعمال کے اہتمام سے بے فکر ہونے

ان خرابیوں کی اصلاح کیلئے اس مختصر رسالہ میں طریقت وتصوف کی حقیقت اور اس کے اصل مقصود اور حصول مقصود کے طریقوں کے متعلق چند اہم اور ضروری مضامین بعنوان "ہدایات" لکھے جاتے ہیں۔

پہلی ہدایت۔ شریعت وطریقت کے بیان میں

سلوک وطریقت جس کو عرف میں تصوف کہتے ہیں اس کی حقیقت یہ ہے کہ مسلمان اپنے ظاہر و باطن کو اعمال صالحہ سے آراستہ کرے اور اعمال بد سے بچائے۔ تفصیل اس کی یہ ہے کہ۔

اصل مقصود تو حق تعالیٰ کو راضی کرنا ہے۔ اور اس کا ذریعہ شریعت کے حکموں پر پورے طور سے چلنا ہے۔ ان حکموں میں بعضے متعلق ظاہر کے ہیں جیسے نماز، روزہ، حج، زکوۃ وغیرہ اور جیسے نکاح، طلاق اور اداء حقوق زوجین اور قسم و کفارہ قسم وغیرہ اور جیسے لین دین و پیروی مقدمات وشہادت، وصیت، تقسیم ترکہ وغیرہ اور جیسے سلام کلام

اور طعام و منام اور قعود و قیام اور مہمانی و میزبانی وغیرہ کے احکام ان سب مسائل کو علم فقہ کہتے ہیں۔

اور بعضے متعلق باطن کے ہیں۔ جیسے اللہ تعالیٰ سے محبت رکھنا، اور اس سے ڈرنا، خدا کو یاد رکھنا، دنیا سے محبت کم کرنا، خدا کی مشیّت پر راضی رہنا، حرص نہ کرنا، عبادت میں دل کا حاضر رکھنا، اس کے کاموں کو اخلاص کے ساتھ اللہ کو راضی کرنے کیلئے کرنا، کسی کو حقیر نہ سمجھنا، خود پسندی نہ ہونا، غصہ کو ضبط کرنا وغیرہ، ان اخلاق کو سلوک اور طریقت و تصوف کہتے ہیں۔

اور جس طرح احکام ظاہرہ نماز روزہ وغیرہ پر عمل فرض و واجب ہے، اسی طرح ان پر عمل بھی از روئے قرآن و سنت فرض و واجب ہے۔ اور باطنی خرابیوں سے بچنے کا اہتمام اس لیے زیادہ ضروری ہے کہ ان باطنی خرابیوں کا اثر ظاہری اعمال پر بھی پڑتا ہے۔ جیسے اللہ تعالیٰ کی محبت کم ہونے سے پہلے نماز میں سستی ہوگئی یا جلدی جلدی رکوع سجدے کا حق اداء کیے بغیر نماز پڑھ لی یا بخل کے سبب زکوۃ یا حج اداء کرنے کی ہمت نہ ہوئی یا تکبر اور غصہ سے کسی پر ظلم ہوگیا۔ خلاصہ یہ ہے کہ شریعت و طریقت دو الگ الگ چیزیں نہیں بلکہ شریعت کے تمام احکام ظاہرہ باطنہ پر پورا پورا عمل کرنے کا نام ہی طریقت ہے۔ امام اعظم ابوحنیفہ رحمتہ اللہ علیہ نے علم فقہ کی تعریف ہی ایسی کی ہے جس میں اعمال ظاہرہ اور اعمال باطنہ سب داخل ہیں۔ مگر متاخرین نے سہولت تحصیل کیلئے اعمال ظاہرہ نماز، روزہ، حج، زکوۃ، نکاح طلاق، تجارت، اجارہ وغیرہ کو الگ جمع کر کے اس کا نام فقہ رکھ دیا اور اعمال باطنہ، اخلاص، صبر، شکر، زہد وغیرہ کے احکام کو الگ جمع کر کے اس کا نام تصوف و طریقت رکھ دیا۔ اس اصطلاح کے مطابق

ایک کودوسرے سے الگ الگ بھی اس طرح کہ سکتے ہیں جیسے نماز الگ اور روزہ الگ عبادت ہے انسان کا ہاتھ الگ ایک عضو ہے پاؤں الگ دوسرا عضو ہے۔آنکھ اور چیز ہے کان اور۔قلب وجگر،لب الگ الگ اعضاء ہیں۔لیکن مجموعہ انسانیت کی تکمیل ان سب کے مجموعہ ہی سے ہوتی ہے ان میں سے کسی ایک کولیکر دوسرے سے استغناء نہیں ہوسکتا۔اسی طرح متاخرین کی اصطلاح کے مطابق،علم عقاید،علم فقہ،علم تصوف بلاشبہ الگ الگ علوم وفنون ہیں۔مگر انسان کامل یا مومن ومسلم ان سب کے مجموعہ ہی سے بنتا ہے۔اور قرآن وسنت کی پیروی ان سب ہی پر عمل کرنے سے حاصل ہوسکتی ہے۔ان میں سے کسی ایک حصہ کولیکر دوسرے کونظر انداز کرنا ایسا ہی مہلک ہے جیسے کانوں کی حفاظت کی جائے،آنکھوں کوضائع کردیا جائے۔یا روزہ کی حفاظت کی جائے،نماز کو ضائع کردیا جائے۔

حضرت شاہ ولی اللہ قدس سرہ نے فرمایا ہے:-

"شریعت بغیر طریقت کے نرا فلسفہ ہے اور طریقت بغیر شریعت کے زندقہ و الحاد"۔حضرت قاضی ثناءاللہ پانی پتیؒ نے فرمایا:-

"جس شخص کا ظاہر پاک نہ ہواس کا باطن پاک ہوہی نہیں سکتا"۔

ظاہر کے پاک ہونے سے مراداعمال ظاہرہ کی پابندی جوعلم فقہ میں بیان کی جاتی ہے اور باطن کے پاک ہونے سے مراداعمال باطنہ کی پابندی ہے جن کا بیان علم تصوف وسلوک میں ہوتا ہے۔

اور امام سہروردیؒ نے "عوارف المعارف" میں صوفیاء کرام کو پیش آنے والے حالات وکیفیات کے متعلق فرمایا کہ حضرت سہل بن عبداللہؒ نے فرمایا ہے کہ:-

"جس وجدی کیفیت کی کوئی شہادۃ کتاب وسنت میں موجود نہ ہو وہ باطل ہے"

اور پھر فرمایا کہ صوفیائے کرام کا تو اتباع سنت کے مقابلہ میں یہ حال ہے اس لیے جو جاہل صوفی اس کے خلاف حالات کا مدعی ہو وہ فتنہ میں پڑا ہوا کذاب ہے۔(عوارف برحاشیہ احیاء العلوم ص ۲۸۰ ج ۱)

چوتھی صدی ہجری کے مشہور امام ابوالقاسم قشیریؒ نے جو ایک پیغام اپنے زمانہ کے صوفیاء کرام کے نام بنام "رسالہ قشیریہ" لکھا ہے اس میں بھی اتباع سنت ہی کو تمام صوفیائے کرام کا اصل وظیفہ قرار دیا ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ بعض جاہل مدعیان تصوف جو یہ کہتے ہیں کہ شریعت وطریقت الگ دو راہیں ہیں، ایک کام جو شریعت میں حرام ہے، ہوسکتا ہے کہ طریقت میں حلال ہو۔ یہ قطعاً گمراہی اور کھلی بے دینی اور تمام صوفیائے کرام کے مسلک کے خلاف ہے۔

دوسری ہدایت۔ توبہ کے بیان میں

پہلی ہدایت میں جب یہ ثابت ہوگیا کہ تصوف وطریقت کی یہی حقیقت ہے کہ شریعت کے تمام ظاہری اور باطنی اعمال پر پورا پورا عمل کیا جائے۔ اور یہ بھی ظاہر ہے کہ ان تمام احکام شرعیہ پر عمل ہر مسلمان کیلئے فرض وواجب اور ضروری ہے۔ اس لیے ہر مسلمان پر لازم ہے کہ اس میں نہ غفلت برتے، اس صراط مستقیم پر چلنے میں پوری ہمت سے کام لے اور جو شخص اس کا ارادہ کرے، اس کیلئے سب سے پہلا کام پچھلے کیے ہوئے گناہوں سے مکمل توبہ کرنا ہے۔ توبہ کا طریقہ آگے مفصل بیان کیا جاتا ہے، جس میں اللہ تعالیٰ کے حقوق جو قابل ادائیگی ہیں، ان کی ادائیگی، اور خصوصاً

بندوں کے حقوق جو کسی کے ذمہ ہیں خواہ مالی حقوق ہوں کہ کسی کا مال ناجائز طور پر لے لیا ہو یا جسمانی حقوق ہوں کہ کسی کو ہاتھ یا زبان سے ستایا ہو۔ ان سب حقوق کی ادائیگی یا اصحاب حقوق سے معافی شرطِ توبہ ہے اور جب تک کوئی آدمی ان حقوق سے سبکدوش نہ ہوم اگر عمر بھر بھی عبادت میں محنت وریاضت کرتا رہے ہرگز ہرگز اللہ تعالیٰ تک نہ پہنچے گا۔

توبہ کی حقیقت اور اس کا طریقہ

صرف زبان سے توبہ توبہ کہ لینے یا استغفار کے الفاظ پڑھ لینے سے توبہ نہیں ہوتی۔ بلکہ توبہ کیلئے تین رکن ضروری ہیں۔ اول یہ کہ پچھلے کیے ہوئے گناہوں پر ندامت وافسوس اور دل میں ایک تڑپ اور رنج وصدمہ پیدا ہو۔

دوسریں یہ کہ بالفعل ان سب گناہوں کو چھوڑ دے۔ تیسرے یہ کہ آئندہ کیلئے دل میں پختہ ارادہ کرے کہ ان میں سے کسی گناہ کے پاس نہ جاؤں گا۔

توبہ کا پہلا رکن یعنی پچھلے کیے ہوئے گناہوں پر ندامت اور دل میں رنج وغم پیدا ہونا۔ اس کا کوئی ذریعہ بجز علم کے نہیں کہ اول انسان کو یہ معلوم ہو کہ کیا کیا کام گناہ کبیرہ یا صغیرہ ہیں۔ دوسرے یہ معلوم ہو کہ ان گناہوں کا وبال دنیا وآخرت میں کیا ہے۔ یہ باتیں احقر کے رسالہ " گناہ بے لذت " سے بھی معلوم ہوسکتی ہیں اور بزرگوں کی دوسری کتابوں سے بھی۔ مثلاً بہشتی زیور، جزاء الاعمال، تعلیم الدین، حیوۃ المسلیمین، تبلیغ دین وغیرہ۔ ان کتابوں کو مسلسل مطالعہ میں رکھنے سے انشاءاللہ تعالیٰ دل میں اپنے گناہوں پر ندامت افسوس اور رنج وغم پیدا ہوگا پھر توبہ کا دوسرا رکن سب گناہوں کو فوراً

چھوڑنا ہے۔ یہ کام بغیر ہمت کے نہیں ہوسکتا۔اور ہمت پیدا کرنے کا طریقہ بزرگوں اور نیک لوگوں کی صحبت اوران کے حالات پڑھنے سننے کے سوا کچھ نہیں۔توبہ کا تیسرا رکن آئندہ کیلئے گناہ کے پاس نہ جانے کا پختہ قصد ہے وہ آدمی کے اپنے اختیار میں ہے۔ ہروقت کرسکتا ہے۔مگر ہمت ہرکام میں ضروری ہے۔اس معاملے میں بھی اس کو پختہ ارادہ کرنا ہوگا کہ اللہ ورسول ﷺ کا حکم ماننے میں چاہے جتنی اپنے آپ کو تکلیف ہو اور چاہے جتنا بڑا نقصان جان کا یا مال کا ہوجاوے اور چاہے کوئی دنیوی فائدہ جاتا رہے اور چاہے جتنی لوگ ملامت کریں سب گوارا کریں گے مگر اللہ ورسول ﷺ کی فرمانبرداری نہ چھوڑیں گے۔ اگراتنی ہمت نہیں ہے تو وہ اللہ کا طالب نہیں۔

حقوق واجبہ کی ادائیگی

جب آپ گناہوں کی تفصیل مذکورہ کتابوں میں دیکھیں گے تو معلوم ہوگا کہ ان گناہوں میں بعض تو ایسے ہیں جن سے صرف اللہ تعالیٰ کے حق کی خلاف ورزی ہوئی۔کسی انسان کو اس سے کوئی تکلیف نہ پہنچی اور بعض وہ ہیں جن سے دوسرے انسان یا انسانوں کو ایذاء وتکلیف پہنچی ہے۔پہلی قسم حقوق اللہ کہلاتے ہیں اور دوسری قسم حقوق العباد ہیں پھر حقوق اللہ میں ایک وہ حقوق جن کی قضاء یا کفارہ ہوسکتا ہے جیسے کچھ نمازیں یا روزے فوت ہوگئے تو ان کی قضاء واجب ہے۔ یا زکوۃ پچھلے زمانہ میں ادانہیں کی تواب

اداء کرنا ضروری ہے۔اسی طرح حج فرض ہونے کے باوجود نہیں کیا اب کرنا ہے۔یا جیسے قسم کھا کر توڑنے کا کفارہ کہ پہلے ادانہیں کیا تواب کرنا ضروری ہے۔

اور دوسری قسم حقوق اللہ کی وہ ہے جس کا شریعت میں کوئی کفارہ مقرر نہیں۔

مثلاً جھوٹ بولنے کا گناہ یا نفسیاتی خواہشات میں کسی خلاف شرع کام کا ارتکاب وغیرہ۔اس دوسری قسم کی توبہ تو صرف یہ ہے کہ پوری زاری کے ساتھ اللہ تعالیٰ سے اپنے گناہ کی معافی مانگے اور ہمیشہ استغفار کرتا رہے۔

اور حقوق اللہ کی پہلی قسم جن کی قضاء یا کفارہ شریعت میں مقرر ہے ان تمام حقوق کی ادائیگی بذریعہ قضاء یا کفارہ لازم ہے۔مثلاً غور کرکے یادداشت لکھ لے کہ عمر بھر میں کتنی نمازیں فوت ہوئیں ؟ کتنے روزے نہیں رکھے؟ اب ان سب کو اداء کرے۔اگر فوت شدہ نمازیں مقدار میں زیادہ ہیں تو روزانہ بقدر اگر گزشتہ زمانے میں مال کی زکوۃ نہیں نکالی تو تخمینہ سے حساب کرکے متعین کرلے کہ کتنی زکوۃ میرے ذمہ ہے،اس کو ہوسکے تو فوراً ورنہ تھوڑا تھوڑا ادا کرتا رہے۔

اسی طرح اگر صدقہ فطر یا قربانی واجب ہونے کے باوجود اداء نہیں کیا ہے تو اب ادا کرنا اور قربانی کی قیمت صدقہ کرنا ضروری ہے۔اسی طرح اگر کوئی قسم توڑی ہے اس کا کفارہ واجب ہے وہ اداء کرے کوئی روزہ رکھ کر بالقصد توڑا ہے اور اس کا کفارہ واجب ہے تو وہ کفارہ بھی اداء کرے۔

اسی طرح حقوق اللہ میں جتنے حقوق کی قضاء ہوسکتی ہے ان کی قضاء کرے اور جن کا کفارہ دیا جاسکتا ہے ان کا کفارہ اداء کرے۔جب تک ان تمام فوت شدہ عبادات کی قضاء وکفارہ سے سبکدوش نہ ہو محض زبانی توبہ ہرگز کافی نہیں۔

حقوق العباد

دوسری قسم حقوق کی بندوں کے حقوق ہیں۔وہ بھی دو قسم کے ہیں۔ایک مالی حقوق، جیسے کسی سے قرض لیا پھر اداء نہیں کیا۔یا کسی کا کچھ مال کسی معاہدہ معاملہ کی وجہ

سے اس پر لازم تھا وہ ادا نہیں کیا۔ کسی سے ناجائز طور پر مال چھین لیا یا بطور رشوت کے لے لیا اس طرح کے تمام حقوق کی بھی فہرست بنائے اور سب کو ادا کرے۔ اگر بیک وقت ادا نہیں کرسکتا، اپنی وسعت کے مطابق ادا کرنا شروع کرے۔ یہ حقوق جن لوگوں کے ہیں اگر وہ زندہ ہیں اور ان کے پتے معلوم ہیں تو ادا کرنا آسان ہے۔ اگر وہ مر گئے تو ان کے وارثوں کو تلاش کر کے ادا کرنا ضروری ہے۔ اگر تلاش کے باوجود ان کے پتے معلوم نہ ہوں تو ان کے حق کے مطابق رقم ان کی طرف سے صدقہ کی جائے۔

دوسری قسم حقوق العباد کی جسمانی حقوق ہیں جیسے کسی کو ہاتھ یا زبان سے بلا وجہ شرعی کوئی ایذاء و تکلیف پہنچائی ہو کسی کو گالی دی ہو، کسی کی غیبت کی ہو اس سے معاف کرانا ضروری ہے کسی کو مارا پیٹا ہو تو اس کا بدلہ دینے کیلئے تیار ہو کر اس سے کہنا ہے کہ تم کو اختیار ہے، مجھے مار کر بدلہ لے لو یا معاف کردو۔

جب تک اس تفصیل مذکور کے ساتھ تمام مالی اور جسمانی حقوق العباد سے سبکدوشی حاصل نہ کرے، توبہ مکمل نہیں ہوسکتی اور بغیر تکمیل توبہ کے نفلی عبادات اور ذکر شغل میں کتنی بھی محنت عمر بھر کرتا رہے کبھی خدا تک نہ پہنچے گا، نہ سیدھا راستہ حاصل ہوگا۔ غرض تمام حقوق اللہ اور حقوق العباد جو قابل ادائیگی ہیں ان کو ادا کرنا یا معاف کرانا توبہ کیلئے ضروری ہے۔ خصوصاً حقوق العباد کا معاملہ زیادہ سنگین ہے کہ وہ جب تک صاحب حق معاف نہ کرے کسی طرح معاف نہیں ہوسکتے۔ اس لیے اللہ کی راہ میں قدم رکھنے والے کیلئے سب سے پہلا کام تکمیل توبہ ہے۔

تیسری ہدایت۔ علم دین حاصل کرنے کے بیان میں

جب دوسری ہدایت کے مطابق پچھلے گناہوں سے توبہ کرلی اور آئندہ کیلئے یہ پختہ عہد کرلیا کہ اللہ تعالیٰ اوراس کے رسول ﷺ کے احکام کی پوری پوری پابندی کریں گے۔اس میں کتنی محنت مشقت یا دنیاوی نقصان یا لوگوں کی ملامت ہواس کو برداشت کریں گےتو ظاہر ہے کہ یہ کام دین کا ضروری علم حاصل کیے بغیرنہیں ہوسکتا۔ اس لیے بقدرضرورت شرعی احکام ومسائل کا علم حاصل کرنا ضروری ہوگا۔خواہ کتابیں پڑھ کرہو یا علماء سے زبانی مسائل معلوم کرکےاور اگر پڑھیں تو خواہ عربی میں پڑھیں یا فارسی اردووغیرہ مقامی زبانوں میں سے کسی زبان میں ضروری مسائل دین پڑھ لیں۔ اس کام کیلئے آسان اردوزبان میں حضرت سیدی حکیم الامتؒ کی تصنیف بہشتی زیوراور بہشتی گوہر۔اس کوکسی جاننے والے سے سبقاً پڑھ لیں یا خودہی مطالعہ کریں۔اور حضرتؒ کا رسالہ صفائی معاملات اورآداب معاشرت اور تیسرا باب مفتاح الجنتہ کا پڑھ لیں تو دین کی روزمرہ کی ضرورتوں کیلئے کافی ہیں۔پھر جومسئلے سیکھے ان پر عمل کرنے کا پختہ ارادہ کرے تاکہ نفسی خواہشات اورلوگوں کی ملامت عمل سے مانع نہ ہوں۔

چوتھی ہدایت۔ مرشد کی ضرورت اوراسکی پہچان

ظاہری اعمال اوران کے مسائل سیکھنے کیلئے بھی عادتاً استاد کی ضرورت ہوتی ہے۔بغیر استاد کے یہ کام بھی درست نہیں ہوتا۔لیکن اعمال باطنہ جن میں فرائض و واجبات ہیں کچھ حرام ومکروہ ہیں جوتصوف وطریقت میں بیان کیے جاتے ہیں، ان کا علم حاصل کرنے اوران پرعمل کرنے کیلئے استاد کی ضرورت اس سے زیادہ ہے۔ان مسائل کے استاد کواصطلاح میں شیخ یا مرشد یا پیر کہا جاتا ہے۔باطنی رذائل کوسمجھنا اوران کا علاج کرنا عادتاً شیخ ومرشد کے بغیرنہیں ہوسکتا۔

اس لیے جو شخص اس طریق میں قدم رکھے۔اس کے لیے ضروری ہے کہ شیخ و مرشد کی تلاش کرے جب وہ مل جاوے تو اس کی طرف رجوع کرے، اور اس کی تعلیم کا پورا پورا اتباع کرے۔توبہ جس کا بیان دوسری ہدایات میں آیا ہے جب کوئی اس پر عمل کرنا شروع کرے گا تو معلوم ہوگا کہ اس کی تکمیل میں بھی جگہ جگہ پیر مرشد کی ضرورت ہوتی ہے۔بغیر شیخ کامل کی رہبری کے توبہ بھی مکمل ہونا مشکل ہے۔

پیر کامل کی پہچان

پیر کامل وہ ہے جس میں یہ باتیں موجود ہوں (۱) ضرورت کے موافق دین کا علم اس کو ہو (۲) عقیدے اور عمل اور عادتیں اس کی شرع کے موافق ہوں

(۳) دنیا کی حرص نہ رکھتا ہو، کامل ہونے کا دعویٰ نہ کرتا ہو کہ یہ بھی دنیا کی ایک شاخ ہے (۴) کسی کامل پیر کے پاس کچھ دنوں تک رہا ہو (۵) اس کے زمانے میں جو عالم اور درویش منصف مزاج ہوں وہ اس کو اچھا جانتے ہوں (٦) عام لوگوں کی نسبت خاص لوگ یعنی جو لوگ سمجھدار اور دین دار ہیں وہ

اس کے زیادہ معتقد ہوں (۷) اس کے مریدوں میں اکثر مرید شرع کے پابند ہوں اور ان کو دنیا کی طمع نہ ہو (۸) وہ پیر اپنے مریدوں کی تعلیم جی سے کرتا ہو اور چاہتا ہو کہ یہ درست ہو جائیں اور اگر مریدوں کی کوئی بری بات دیکھتا ہو یا سنتا ہو تو ان کو روک ٹوک کرتا ہو۔ یہ نہ ہو کہ ہر ایک کو اس کی مرضی پر چھوڑ دے (۹) اس کے پاس چند روز بیٹھنے سے دنیا کی محبت میں کمی اور اللہ کی محبت میں زیادتی معلوم ہوتی ہو (۱۰) خود بھی وہ ذکر و شغل کرتا ہو۔ کیونکہ بغیر عمل کے پختہ ارادہ کیے ہوئے تعلیم میں فائدہ نہیں ہوتا۔

جس شخص میں یہ نشانیاں موجود ہوں پھر یہ نہ دیکھے کہ اس سے کوئی کرامت

بھی ہوتی ہے یا نہیں ؟ یا پوشیدہ یا آئندہ ہونے والی باتیں اس کو معلوم ہوتی ہیں یا نہیں؟ یا یہ جو دعا کرتا ہے وہ قبول ہو جاتی ہے یا نہیں؟ یا یہ اپنی باطنی قوت سے کچھ کام کر دیتا ہے یا نہیں؟ کیونکہ یہ باتیں پیر یا ولی کیلئے ہونا ضروری نہیں۔ اسی طرح یہ دیکھے کہ اس کی توجہ سے لوگ تڑپتے ہیں یا نہیں؟ کیونکہ یہ بزرگی کیلئے ضروری نہیں۔

اصل میں اس قسم کا اثر نفس کے متعلق ہے۔ جو مشق کرنے سے بڑھ جاتا ہے۔ جو شخص پرہیز گار بھی نہیں، بلکہ جو مسلمان بھی نہیں وہ بھی کر سکتا ہے اور اس پر توجہ دینے سے کچھ زیادہ نفع بھی نہیں ہوتا کیونکہ توجہ کا اثر باقی نہیں رہا کرتا۔ بس توجہ کا اتنا فائدہ ہے کہ جو مرید ایسا ہو کہ اس میں ذکر کا اثر بالکل نہ ہوتا ہو اس کو پیر چند روز توجہ دے تو اس میں توجہ دینے سے ذکر کا اثر ہونے لگتا ہے۔ یہ نہیں کہ خواہ مخواہ لوٹ پوٹ ہی ہو جائے۔

پانچویں ہدایت۔ پیری مریدی کا مقصد

جب پیر کامل مل جاوے اور اس سے مرید ہونے کا ارادہ کرے تو پہلے یہ سمجھ لے کہ مرید ہونے سے غرض کیا ہے۔ کیونکہ مرید ہونے سے لوگوں کی بہت سی غرضیں ہوتی ہیں۔ کوئی تو یہ چاہتا ہے کہ ہم کرامت والے ہو جائیں اور ہم کو کشف سے وہ باتیں معلوم ہونے لگیں جو اوروں کو معلوم نہیں ہوتیں۔ سو تیسری ہدایت میں ابھی تم کو معلوم ہو چکا ہے کہ خود پیری میں یہ ہونا ضروری نہیں کہ اس سے کرامتیں ہوں اس کو کشف سے ایسی باتیں معلوم ہو جایا کریں جو اوروں کو معلوم نہیں ہوتیں ہیں تو بیچارہ مرید اس کی کیا ہوس کرے گا۔

کوئی یہ سمجھتا ہے کہ مرید ہونے سے پیر صاحب بخشش کے ذمہ دار ہو جائیں

گے قیامت میں وہ دوزخ میں نہ جانے دیں گے خواہ کیسے ہی برے کام کرتے رہو، یہ بھی محض غلط ہے۔خود جناب رسول اللہ ﷺ نے حضرت فاطمہ ؓ کوفرمایا"اے فاطمہ! اپنے کو دوزخ سے بچاؤ" یعنی عمل کرو۔کوئی یہ سمجھتا ہے کہ پیر صاحب ایک نگاہ میں کامل کردیں گے،تم کو نہ محنت کرنا

پڑے گی نہ گناہ چھوڑنے کا ارادہ کرنا پڑے گا۔اگراسی طرح کام بن جاتا تو صحابہ ؓ کو کچھ بھی نہ کرنا پڑتا۔

جناب رسول اللہﷺ سے زیادہ کون کامل ہوگا۔گوکہیں بطور کرامت کے ایسا ہوبھی گیا ہے۔کہ کسی بزرگ نے ایک نگاہ میں کامل کردیا۔لیکن کرامت کیلئے یہ ضروری نہیں کہ ہمیشہ ہوا کرے اور نہ یہ ضروری ہے کہ ہر بات ولی سے کرامت ہوا کرے۔اس بھروسے پر رہنا بڑی غلطی کی بات ہے۔کوئی یہ کہتا ہے کہ خوب جوش و خروش و شورش و مستی پیدا ہو خوب نعرے لگایا کریں۔گناہ آپ سے آپ چھوٹ جاویں، گناہ کی خواہش مٹ جاوے نیک کاموں کا ارادہ ہی نہ کرنا پڑے، آپ سے آپ ہوجایا کریں۔ دل کے وسوسے اور خطرے سب مٹ جاویں۔بس ایک بے خبری کی کیفیت رہا کرے۔ یہ خیال پہلے سب خیالوں سے اچھا سمجھا جاتا ہے لیکن سبب اس کا ناواقفیت ہے۔یہ سب باتیں کیفیات اور حالات کہلاتی ہیں اور حالات کا پیدا ہونا آدمی کے اختیار سے باہر ہے اور حالات اگر چہ بہت عمدہ چیز ہیں مگر مقصود نہیں۔مقصود وہی چیز وہ سکتی ہے جس کا حاصل کرنا اختیار میں ہو غور کرنے سے معلوم ہوا کہ اس قسم کی خواہشوں میں نفس کا چھپا ہوا مکر ہے۔ وہ یہ کہ نفس آرام اور مزہ اور ناموری چاہتا ہے۔ان کیفیتوں میں یہ سب باتیں حاصل ہیں۔ جو شخص اللہ کی

رضامندی کا طالب ہوگا جس کے متعلق آگے بیان آتا ہے کہ درویشی سے مقصود یہی اللہ تعالیٰ کی رضامندی ہے۔ایسے شخص کوان خواہشوں سے کیا تعلق وہ تو اپنی حالت ایسی رکھے گا جیسے گویایوں کہہ رہا ہے۔

فراق و وصل چہ باشد رضاء دوست طلب
کہ حیف باشد از وغیر اوتمنائی

یعنی جس کوتم فراق سمجھتے ہواور جس کو وصال سمجھتے ہو یہ دونوں برابر ہیں۔ اصل چیز اس کی رضامندی ہے۔اللہ تعالیٰ سے اللہ کے سوادوسری چیز چاہنا افسوس کے قابل بات ہے۔

روز ہا گر رفت گورو باک نیست
تو بماں اے آنکہ جز تو پاک نیست

یعنی کیفیتیں اورحالات اگر جاتے رہے تو کوئی افسوس کی بات نہیں۔اللہ کا تعلق رہنا چاہیے جس کے برابر کوئی چیز پاک نہیں۔

بس زبون وسوسہ باشی دلا
گر طرب راباز دانی از بلا

"یعنی اے دل ابھی تو خیال فاسد ہی میں مغلوب ہے اگر تو راحت اور مصیبت میں فرق سمجھے۔پھر یہ کہ ایسا شخص دوقسم کی خرابیوں میں مبتلاء ہوجاتا ہے کیونکہ یہ کیفیتیں یا حاصل ہوں گی یا نہیں۔اگر حاصل ہوگئیں تب تو بوجہ اس کے کہ یہ

شخص اسی کو درویشی سمجھتا تھا، اپنے کو کامل سمجھنے لگتا ہے اور انہی کیفیات پر بس کر کے پرہیزگاری اور عبادت سے بے فکر ہو جاتا ہے اور عبادات کی ضرورت اپنے لیے نہیں سمجھتا ہے یا کم سے کم عبادات کو بقدر ضرورت سمجھنے لگتا ہے اور اگر حاصل نہ ہوئیں تو غم میں مرنے گھلنے لگتا ہے۔ اور کچھ اسی کی خصوصیت نہیں بلکہ جو شخص بھی ایسی باتوں کی خواہش کرے گا جو اختیار سے باہر ہیں، غم اور پریشانی میں مبتلاء رہے گا۔

کوئی کہتا ہے کہ پیر صاحب کے پاس عمل بڑے بڑے اچھے ہیں جب ضرورت ہوگی ان سے تعویز گنڈے لے لیا کریں گے یا پیر صاحب کی دعاء بہت قبول ہوتی ہے، مقدموں میں اور دنیا کی ضرورتوں میں ان سے

دعاء کرالیا کریں گے اور سب کام ہماری مرضی کے موافق ہو جایا کریں گے۔ گویا ساری خدائی پیر صاحب کے قبضہ میں ہے، یا ہم ان سے ایسی چیز سیکھ لیں گے کہ ہم برکت والے ہو جائیں گے۔ کہ ہمارے دم کر دینے اور ہاتھ پھیر دینے سے بیمار اچھے ہو جائیں گے۔ بلکہ ایسے لوگ بزرگی ان ہی عملوں کو اور ان کے اثر کو سمجھتے ہیں۔ چونکہ ان عملوں کو بزرگی سے کوئی تعلق نہیں ہے اور یہ نیت بالکل دنیا ہی کا چاہنا ہے۔ اس لیے غلطی در غلطی ہے۔ کوئی یہ سمجھتا ہے کہ ذکر و شغل کرنے سے یہ فائدہ ہے کہ کچھ روشنی دیکھائی پڑے گی یا کوئی آواز سنائی دے گی یہ بھی بالکل غلط خیال اور ناسمجھی ہے کیونکہ اول تو یہ ضروری نہیں کہ ذکر و شغل کرنے سے روشنی معلوم ہو یا آواز سنائی دے اور نہ ذکر و شغل کرنے سے روشنی وغیرہ کا دکھلائی پڑنا مقصود ہے۔ دوسرے ذکر و شغل کرنے سے جو روشنی نظر آئے یا جو رنگ دکھلائی دے یا جو آواز سنائی دے بعض دفعہ یہ ذکر و شغل کرنے والے کے دماغ کا فعل ہوتا ہے غیب کی کوئی چیز نہیں ہوتی۔

تیسرے اگر مان بھی لیا جائے کہ غیب کی کوئی چیز دکھلائی پڑی، یا غیب کی آواز سنائی پڑی تو اس سے کیا فائدہ ہوا؟ غیب کی آواز معلوم ہوجانے سے اللہ تعالیٰ کی نزدیکی حاصل نہیں ہوجاتی۔ اللہ تعالیٰ کی نزدیکی تو اس کی عبادت اور فرمانبرداری سے حاصل ہوتی ہے۔ بعض دفعہ شیطانوں کے فرشتے دکھائی دیتے ہیں۔ مگر وہ شیطان کے شیطان ہی رہتے ہیں۔ اور یہ بات ظاہر ہے کہ مرنے کے بعد کافروں کو غیب کی بہت سی باتیں معلوم ہوجائیں گی۔ تو جو بات کافر کو بھی حاصل ہوجاوے اگر وہ بات معلوم ہوگئی تو کیا کمال ہوگا؟

جب یہ بات معلوم ہوگئی کہ جتنی باتیں مذکور ہوئیں مقصود درویشی سے ان میں سے کسی کا حاصل ہونا بھی نہیں اس لیے ان سب خیالوں کو دل سے نکال کر اصلی غرض اور مقصود درویشی سے اللہ کی رضامندی سمجھے، جس کا طریقہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے سب حکموں کو بجالاوے اور ذکر پابندی سے کرے۔ پیر یہی بتلاتا ہے اور مرید اسی پر عمل کرتا ہے، اگرچہ کوئی کیفیت معلوم نہ ہو اور نہ کوئی کمال اس کے خیال میں حاصل ہو تب بھی آخرت میں ذکر اور اللہ تعالیٰ کے حکموں کے بجالانے کا فائدہ کہ وہ اللہ تعالیٰ کی رضامندی ہے، ظاہر ہوگا اور اللہ تعالیٰ کی رضامندی سے جنت میں داخل ہوگا، اللہ تعالیٰ کا دیدار نصیب ہوگا، دوزخ سے بچے گا۔

بیعت اور پیری مریدی کی حقیقت

اور حقیقت پیری مریدی کی یہی ہے کہ پیر وعدہ کرتا ہے ذکر اور اللہ کے حکموں کے بتلانے کا اور مرید اقرار کرتا ہے کہ پیر جو بتلائے گا اس پر عمل ضرور کرے گا۔ اور اگرچہ پیر کی طرف سے یہ تعلیم اور مرید کی طرف سے پیر کے

بتلائے ہوئے پر عمل بدوں اس خاص طریقہ کے بھی ہوسکتا ہے کہ جس طریقہ سے مرید ہونے کا دستور ہے لیکن اس خاص طریقہ سے مرید ہونے میں یہ خاصیت ہے کہ پیر کی توجہ مرید پر زیادہ ہوجاتی ہے اور مرید کو پیر کا کہنا ماننے کا زیادہ خیال ہوجاتا ہے۔ اور یہ جو کہا جاتا ہے کہ ایک ہی پیر کرے اور اپنے پیر کو اس زمانہ کے سب بزرگوں سے اچھا سمجھے، اس کی مصلحت فقط یہی ہے کہ اس صورت میں دونوں طرف سے تعلق بڑھ جاتا ہے۔ رہا ہاتھ میں ہاتھ لینا یا کوئی کپڑا وغیرہ عورت کو پکڑا دینا جب کہ وہ پاس ہو، یہ بزرگوں کی ایک نیک رسم ہے اس اقرار کی مضبوطی کے واسطے جو کہ پیر اور مرید میں ہوتا ہے۔

باقی یہ اقرار دونوں طرف سے بدوں اس کے بھی ہوسکتا ہے۔ اس وجہ سے جو شخص دور سے مرید ہونا چاہے اس کو بدوں ہاتھ پر ہاتھ رکھے مرید کر لیتے ہیں۔ اور حدیثوں سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ ہاتھ میں ہاتھ دینے کا طریقہ اچھا ہے چنانچہ حدیث سے ثابت ہے کہ حضرت رسول مقبول ﷺ جب بیعت فرماتے تھے تو مریدوں کا ہاتھ اپنے دست مبارک سے پکڑ کر بیعت فرماتے تھے اور کپڑے وغیرہ کو پکڑا دینا یہ بجائے ہاتھ پکڑنے کے ہے۔